

کلام ظفر علی خان کے مجموعے: تحقیقی مطالعہ

A Critical Study of Zafar Ali Khan's Anthologies of Poetry

Abstract:

Maulana Zafar Ali Khan (1873-1956) was a renowned poet, intellectual and journalist. His newspaper *Zamīndar* is deemed to have been not just treasure trove of turbulent colonial history of British India, but most reliable reference of the history of journalism in the subcontinent as well. He used to compose a poem in response to each chaotic political happening in the subcontinent which would be carried on the front page of the daily *Zamīndar*, and next morning that poem would be immensely popular across the whole Hindūstān. Collections of his poetry have been published and titled as *Bahāristān*, *Nigāristān*, *Chamanistān*, *Habsīyāt*, *Khayālistān*, and *Ārmaghan-i Qādiyān*. These collections constitute a poetically recorded history of our national struggle for freedom. In this article, the publishing trajectory of these collections has been traced and analysed. These collections have generally been published thrice, and unfortunately there has been a deviation from the actual text that Zafar Ali Khan himself produced. In this article, such changes have been identified and rectified to preserve these poems while simultaneously bringing to light their historical significance.

Keywords: Zafar Ali Khan, History, Subcontinent, Poetry, Urdu Journalism, *Bahāristān*, *Nigāristān*, *Chamanistān*, *Habsīyāt*, *Khayālistān*, *Ārmaghan-i Qādiyān*.

نہ نثر ہی کا سلیقہ نہ نظم ہی کا شعور
نہ میں سنائی ثانی نہ ہمسرا اخل
سخن دری سے نہیں ہے مجھے کوئی سروکار
نہ لکھ سکوں میں قصیدہ نہ کہہ سکوں میں غزل

ان اشعار میں جس کسر نفسی کا اظہار کیا گیا ہے وہ اس حد تک تو درست ہے کہ مولانا ظفر علی خان عمر بھر قصیدہ گوئی، بھٹی اور غزل گوئی سے مجتنب رہے۔ قصیدہ ان کے باغیانہ مزاج سے مطابقت نہ رکھتا تھا اور غزل گوئی سے انھیں ایام شباب میں ان کے استاد محترم نے روک دیا تھا تاہم نظم اور مسط کی دیگر صورتوں میں انھوں نے سخن کے دریا بہائے، یوں کہ بہ قول خود

تو غزل خوانی پر آجائے تو ہے خوا جوئے وقت
زلف عنبر بار سے کژدم بکھیر اژدر نکال^۲

کی کیفیت رہی۔ ان کا کل کلام ابھی تک مدون نہیں ہو سکا ہے۔ انھوں نے خود اپنی زندگی میں اپنے کلام کے جو مجموعے مرتب کیے وہی مجموعے آنے والی نسلوں کے لیے ان کی قدرت کلام کے مظہر اور قومی و ملی جذبات کے آئینہ دار ہیں۔ پیش نظر تحریر میں ان کے مجموعے ہائے کلام کا تعارف مقصود ہے۔ مستقبل نے ان پر اضافہ تو کیا کرنا تھا ان کی اپنی شکل بھی برقرار نہ رکھ سکیوں کہ نشر و اشاعت کرنے والوں کے ہاتھوں ان کی نظموں کے عنوان تبدیل ہو گئے، اشعار کی ترتیب و تعداد میں تبدیلیاں ہو گئیں، متن مغلوٹ ہو گیا۔ پہلی نصف صدی میں کلام ظفر کے ساتھ یہ سلوک ہوا جب کہ ابھی ان کے معاصرین اور اخلاف موجود تھے اور فارسی و عربی کا ذوق، جس پر مولانا ظفر علی خان کے کلام کا مدار ہے، زمانے سے غائب نہیں ہو گیا تھا تو نہیں کہا جاسکتا کہ آنے والے دنوں میں ان کے کلام کے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ مولانا کے کلام کے جو مجموعے ان کی زندگی میں شائع ہوئے ترتیب و تدوین کے اچھے ذوق اور عمدہ کتابت و طباعت کے مظہر تھے۔ بعد کے زمانے میں طباعتی ترقیوں کے باوصف یہ ظاہری معیار بھی قائم نہ رہ سکے۔

عربی اور اس کا ذوق تو دور کی بات ہے اب تو فارسی بھی ایسی رخصت ہوئی ہے کہ بہ قول حالی ”بہ ظاہر اس کے مراجعت کرنے کی توقع نہیں رہی“^۳ حالی نے یہ رائے اپنی یادگار میں مرزا غالب کے کلام کی نسبت ظاہر کی تھی۔ مرزا کے عظیم الشان فارسی کلام کے حوالے سے انھوں نے کہا تھا کہ یہ امید رکھنی تو فضول ہے کہ مرزا کی فارسی نظم و نثر اب یا آئندہ زمانے میں مقبول خاص و عام ہوگی لیکن جو تو بر تو پر دے مرزا کی شاعری اور نکتہ پردازی پر ان کی زندگی میں پڑے رہے اور جو اب تک مرتفع نہیں ہوئے، کیا عجب ہے کہ ہماری یا ہمارے بعد کسی دوسرے شخص کی کوشش سے رفع ہو جائیں۔^۴

ظفر علی خان، غالب سے مستفید اور ان کے ایک مداح ہیں۔ ان کے کلام کی اہمیت شاعری کے نقطہ نظر ہی سے نہیں ہماری ملی تاریخ اور قومی جدوجہد کے نقطہ نظر سے بھی ہے۔ راقم مدت العمر سے ان کے آثار و افکار پر کام کرتا رہا ہے۔ راقم نے ان کے کلام کے مجموعوں سے تعارف اور ان کے کلام تک قارئین کی رسائی کو ممکن بنانے کے لیے ایک منصوبہ شروع کیا اس کے تسلسل میں پیش نظر تحریر کے ذریعے مولانا کے شعری مجموعوں سے متعلق کچھ ایسی تفصیلات فراہم کی جا رہی ہیں جو پہلے قارئین کے سامنے نہیں آئی تھیں۔

۱۔ حبسیات

مولانا ظفر علی خان کا پہلا باقاعدہ شعری مجموعہ حبسیات ہے۔ اس سے پہلے ان کے زمانہ قیام حیدرآباد دکن میں ان کی طویل نظم ”شورِ محشر“ کتابچے کی شکل میں شائع ہوئی تھی۔ یہ نظم موسیٰ ندی میں طغیانی کے المناک حادثے پر لکھی گئی تھی اور بڑی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کی گئی اور اس کی آمدنی، طغیانی کے متاثرین کے لیے وقف کر دی گئی تھی۔ یہ ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے۔ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی صاحب مرحوم نے یہ نظم بہارستان کی تیسری اشاعت مکتبہ کارواں لاہور میں درج کرتے ہوئے اس پر ذیل کا نوٹ لکھا تھا:

ریاست حیدرآباد کی موسیٰ ندی کی طغیانی اس زمانے میں بہت مشہور تھی ۱۹۰۸ء میں قیامت کا سیلاب آیا۔ حکومت آصفیہ نے سیلاب زدگان کی امداد کے لیے شہر کو کئی منطقوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر منطقے میں امداد کا کام ایک ایک افسر کے سپرد کیا گیا۔ افسر گج کا علاقہ مولانا کے سپرد ہوا۔ آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے امدادی کام کیا۔ شور محشر کے نام سے ایک نظم لکھ کر کتابچے کی شکل میں شائع کی اور اس نظم کی آمدنی مصیبت زدگان کے فائدے میں دے دی۔ یہ نظم بہت پر جوش ہے اس میں مولانا کے عہد شباب کا زور طبع موج زن ہے۔^۵

نظیر صاحب کے منقولہ متن میں یہ نظم محض چونیتس اشعار پر مشتمل ہے۔ مولانا ظفر علی خان کے سوانح نگار ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے مطابق اس نظم کے اشعار کی تعداد ایک سو تھی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک سو اشعار صرف پہلے چھ بندوں کے تھے جنہیں شیخ عبدالقادر نے مخزن میں شائع کیا۔ پوری نظم کے نہیں، پوری نظم اب دستیاب نہیں ہے۔ اس کے بعد مولانا کا کوئی شعری مجموعہ شائع نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ انھیں حضور ضلع کیمبل پور میں کی گئی ایک باغیانہ تقریر کی بنا پر ۱۵ ستمبر ۱۹۲۰ء کو لاہور ریلوے اسٹیشن سے گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمہ چلا اور زیر دفعہ ۱۲۴-الف تعزیرات ہند پانچ سال کے لیے جس بہ عبور دریائے شور اور ایک ہزار روپے جرمانہ، بہ صورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ مزید قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ ۱۵۳-الف کے تحت مزید دو سال قید بامشقت۔ اسی سال نومبر میں انھیں سنٹرل جیل منگلگری بھیج دیا گیا، جہاں سے وہ ۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو چار سالہ قید بامشقت کے بعد رہا ہوئے۔ اس زمانہ اسارت میں انھوں نے متعدد علمی و ادبی مضامین لکھے جن کا مجموعہ ۱۹۲۵ء میں لطائف الادب کے نام سے شائع ہوا۔^۸ سورہ روم کی تاریخی تفسیر قلم بند کی جو بعد ازاں غلبہ روم کے نام سے اشاعت پذیر ہوئی۔^۹ ان نثری کاموں کے علاوہ اس زمانہ اسارت میں ان کا شعری سفر بھی جاری رہا جس کا ثمران کے اوّلین شعری مجموعے حبسیات کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ مجموعہ ۸/۲۶×۲۰ سائز پر منصور اسٹیم پریس لاہور سے میں چھپ کر شائع ہوا۔ مجموعے کے سرورق کی عبارت مظهر ہے کہ اس مجموعے کی نظمیں سنٹرل جیل منگلگری کے زمانہ اسارت کی یادگار ہیں۔ سرورق پر لکھا ہے:

حبسیات یعنی مولانا ظفر علی خان مدظلہ العالی کی ان نظموں کا مجموعہ جو انھوں نے زمانہ قید فرنگ میں

سنٹرل جیل منگمری میں ارشاد فرمائیں۔^{۱۰}

بہ حیثیت مجموعی یہ بات درست ہے کہ اس مجموعے میں شامل پیش تر نظمیں سنٹرل جیل منگمری کے زمانہ اسارت میں کہی گئیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ تمام منظومات اسی جیل میں کہی گئیں۔ اس مجموعے میں سنٹرل جیل لاہور اور کرم آباد میں نظر بندی کے زمانے کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ جب وہ سنٹرل جیل منگمری میں تھے تو انھوں نے وہاں کی لائبریری میں موجود دیوان غالب کے سرورق کی پشت کے خالی صفحے پر شعر کیا ہے کے عنوان سے مندرج ایک نظم دیکھی تھی جس میں صرف دو جگہ بعض الفاظ کاٹے اور بدلے گئے تھے۔ پیٹرنائٹنگ اتنا باریک تھا کہ ایک ہی صفحہ کے حاشیہ پر پوری نظم لکھی ہوئی تھی۔^{۱۱} یہ نظم مولانا ظفر علی خان کے تصور شعر پر روشنی ڈالتی ہے اور اب حبسیات میں ”مرقع“ کے زیر عنوان دیکھی جاسکتی ہے۔

شعر کیا ہے خیال کی تصویر
بال اور اس کی کھال کی تصویر
نہ فقط نقش عارض زیبا
نہ فقط خط و خال کی تصویر
بلکہ کل کائنات کی رونق
اور اس کے جمال کی تصویر^{۱۲}

اسی طرح انھوں نے دیوان غالب کی مشہور غزل

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں^{۱۳}

کے اشعار پر اپنے قلم سے دائرے بنا بنا کر کچھ شعر موزوں کیے تھے جو بعد ازاں ایک نظم میں ڈھل گئے جسے سرکار نے ضبط کر لیا۔

قید فرنگ و بند زیت فرق سے بے نیاز ہیں
موت سے پہلے آدمی جیل سے باہر آئے کیوں
ضبط نغماں ہے ہم نفس، جبر فرنگ کا جواب
دعویٰ صبر ہو جسے، درد سے تلملئے کیوں
بے گنہوں کے خون کا داغ، پیرہن فرنگ پر
پردہ انقلاب میں رنگ قضا نہ لائے کیوں^{۱۴}

اسی طرح سرورق کے خالی کاغذ کی پشت پر ذیل کی جرأت مندانہ نظم درج تھی۔

رحمتِ باری کم اپنا جوش کر سکتی نہیں
یہ چڑھی ندی قیامت تک اتر سکتی نہیں
زندہ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ
امتِ مرحوم سو سکتی ہے مر سکتی نہیں^{۱۵}

راقم، مولانا کی جرأتوں کے ان نمونوں کو دیکھنے اور ان منظومات کا عکس حاصل کرنے کے لیے سنٹرل جیل منگمری گیا لیکن افسوس کہ وہاں دیوان غالب کا یہ نسخہ مل نہ سکا۔

حبسیات کے مطالعے میں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ اس کی اولین اشاعت اور مکتبہ کارواں سے سامنے آنے والی دوسری اشاعت یکساں نہیں ہیں۔ اولین اشاعت جو مولانا کے حین حیات ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی، کتابت و طباعت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ معیار رکھتی ہے۔ اس اشاعت میں ۱۳۸ نظمیں شامل ہیں۔ اسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو مکتبہ کارواں لاہور سے شائع ہوا، اس کی کیفیت یہ ہے کہ مولانا نے بہ اعتبار مضامین نظمیں مرتب کی تھیں۔ مثال کے طور پر کتاب کے آغاز میں ایسی نظموں کا انتخاب درج تھا جو حمد و نعت کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ ”حمد ذوالجلال“، ”مناجات“، ”لیس کشتہ شی“، ”پیغام جبریل“، ”موج نور“، ”صاحب قاب قوسین او ادنی“، ”فریادِ بھخور سرور کو نین ﷺ“، لیکن اس اشاعت دوم میں ”صاحب قاب قوسین او ادنی“ کے بعد نظم ”چڑھی ندی کی ایک موج“ درج کر دی گئی ہے جس کا مضمون رائے پتھورا اور غوری کا معرکہ ہے، ظاہر ہے یہ حمد کا مضمون ہے نہ نعت کا۔ یہاں اس نظم کا اندراج محض اس لیے کیا گیا ہے کہ دوران کتابت یہاں کچھ سطریں باقی بچ گئی تھیں جنہیں پر کرنے کے لیے یہاں تین اشعار کی یہ نظم ٹانگ دی گئی۔ اسی طرح نظم ”علامہ احمد بن نصر محدث بغداد کی شہادت“ کے بعد اشاعتِ اول میں نظم ”یوم المستضعفین“ درج ہے^{۱۶}، جب کہ اس اشاعت دوم میں یہاں نظم ”تجارت“ درج کر دی گئی ہے^{۱۷}، بہ اعتبار مضمون جس کا یہاں کوئی محل نہیں۔ حمد و نعت اور اسلام کے موضوعات پر نظموں کے تسلسل میں ”یوم المستضعفین“ کے بعد اگلی نظم ”حم“ تھی لیکن طبع دوم میں اس کی جگہ نظم ”پدی“ درج ہے^{۱۸} جس کا مضمون ہنگامی ہے۔ نظم ”صفیر سروروش“ کے بعد نظم ”ترک“ تھی جس کی جگہ طبع نویں دو شعروں پر مشتمل نظم ”گورارنگ“ ٹانگ دی گئی ہے^{۱۹}۔ اور نظم ”ترک“ اس کے بعد درج کی گئی ہے۔ نظم ”ترک“ کے بعد طبع اول میں موجود نظم کا عنوان ”امان اللہ خان غازی“ تھا^{۲۰}۔ طبع دوم میں نظم ”ترک“ کے بعد دو شعروں پر مشتمل نظم ”کلیدائے عیسوی“ درج ہے جس کے مضمون کا یہاں کوئی علاقہ نہیں۔ اس کے بعد نظم ”امان اللہ خان غازی“ درج کی گئی ہے لیکن یوں کہ نہ تو اس کے شعر پورے ہیں نہ ہی اس کا اصل عنوان باقی رہا ہے۔ طبع اول میں نظم کا عنوان جیسا کہ ذکر ہوا ”امان اللہ خان

غازی“ تھا۔ طبع دوم میں یہ عنوان تبدیل کر کے ”ہنوز آں ابر رحمت در فشان است“ کر دیا گیا ہے اور اشعار کی تعداد گیارہ سے کم کر کے آٹھ کر دی گئی ہے۔ درج ذیل اشعار نظم سے حذف کر دیے گئے ہیں

اچھالی جس نے ہر طوفاں میں کشتی اہل ایماں کی
مسلمانوں کا بیڑا کر وہی سلکتا ہے پار اب بھی
وہی ہے جس لطف خاص کے دیرینہ صدقے میں
وہی ہے ان کے اعدا کو جو کر سکتا ہے خوار اب بھی
مسلمانوں کی پھر منظور تھی اس کو سرفرازی
خدا نے کر دیا پیدا امان اللہ خاں غازی^۱

اسی طرح نظم امان اللہ خان غازی کے بعد طبع اول میں نظم ”عہد نامہ سیورے“ رکھی گئی تھی، طبع دوم میں اس کی جگہ نظم ”مشق ناز“ دکھائی دیتی ہے^{۲۲}۔ نظم ”نشاة الثانیہ“ کے بعد ”چڑھی ندی کی ایک موج“ رکھی گئی تھی^{۲۳} جب کہ طبع دوم میں یہاں نظم ”یاد ایام“ دکھائی دیتی ہے^{۲۴}۔ یاد ایام کے بعد طبع اول میں نظم ”انگورہ“ تھی۔ طبع دوم میں اس کے بعد نظم ”گاندھی“ ہے۔ نظم ”شرارت کی جڑ“ کے بعد نظم ”قسمت“ رکھی گئی تھی جب کہ طبع دوم میں ”آصف جاہ سابع اور سمرنا“ دکھائی دیتی ہے۔ ”آصف جاہ سابع و سمرنا“ کے بعد نظم ”صلیب و ہلال“ تھی یہاں اس کی جگہ نظم ”شرارت کی جڑ“ فائز ہے اور ”آصف جاہ سابع اور سمرنا“ کو اس کے بعد مقام ملا ہے۔ طبع اول میں نظم ”صلیب و ہلال“ کے بعد بالترتیب ”گورارنگ“، ”شکوہ“، ”لمعات“ اور ”نام راج“ درج تھیں، طبع جدید میں یہ ترتیب قائم نہیں رکھی گئی اور ”آصف جاہ سابع اور سمرنا“ کے بعد ”اعظم الجہاد“، ”صلیب و ہلال“، ”آئینہ“، ”شکوہ“ اور ”دین کی لم“ نامی نظمیں ہیں۔ یہی حال ساری کتاب کا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ترتیب میں بہت کچھ رد و بدل کیا گیا ہے۔ طبع اول میں شامل بعض پوری کی پوری نظمیں طبع دوم سے غائب ہیں۔ مثال کے طور پر طبع اول میں نظم ”انگورہ“ موجود ہے^{۲۵}، اشاعت دوم سے یہ نظم یکسر غائب ہے۔ طبع اول میں نظم ”قسمت“ موجود ہے^{۲۶}، طبع دوم سے یہ نظم یکسر غائب ہے۔ اسی طرح طبع اول میں نظم ”نام راج“ موجود ہے^{۲۷}، طبع دوم سے غائب ہے۔ نظم ”پریم کا چاؤ“ موجود ہے^{۲۸}، طبع دوم سے غائب ہے۔ نظم ”قادیان لندن میں“ طبع اول میں موجود ہے^{۲۹}، طبع دوم سے غائب ہے، وغیرہ وغیرہ۔ شاعر کی شامل کردہ نظموں کو مجموعے سے خارج کر کے اپنی مرضی سے کچھ نظموں کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو اشاعت اول میں موجود نہیں تھیں۔ یوں طبع اول کی ۱۳۸ نظمیں طبع دوم میں متعدد نظموں کے اخراج کے باوجود ۱۴۸ ہو گئی ہیں۔

ایک طویل زمانے کے بعد اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن الفیصل ناشران / مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ کی جانب سے

دسمبر ۲۰۱۰ء میں سامنے آیا۔ یہ اشاعت مولانا کی مرتبہ طبع اول کے مطابق ہونے کی بجائے دوسری تحریف و تبدیل شدہ اشاعت کے مطابق ہے۔ نقل میں اس قدر کامل تقلید کی گئی ہے کہ طبع دوم کے انحرافات ہی نہیں اس کی اغلاط بھی علیٰ حالہ برقرار رکھی گئی ہیں مثال کے طور پر طبع دوم میں نظم ”آموختہ“ سہواً دوبار درج ہو گئی ہے^{۳۰}۔ طبع سوم میں بھی یہ نظم اسی طرح دوبار درج ہے^{۳۱}۔ طبع دوم اور سوم میں اگر کچھ امتیاز ہے تو وہ یہ کہ طبع سوم میں طبع دوم کی اغلاط پر کچھ غلطیوں کا اضافہ بھی ہے۔ مثال کے طور پر اس کی فہرست میں نظم ”مرقع“ اور نظم ”ترک اور یورپ“ کا اندراج نہیں ہے جب کہ یہ دونوں نظمیں اس اشاعت میں موجود ہیں^{۳۲}۔ کتاب پر بہ طور ناشر مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ کا نام دیکھ کر یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ حبسیات کی طبع دوم میں شاعر کی ترتیب سے جو سلوک روارکھا گیا تھا طبع سوم میں اس کی تلافی کی جائے گی اور یہ اشاعت منشاءً مصنف کے مطابق ہوگی لیکن افسوس

کہ تھی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی

وہ ”پہلے سے“ زیادہ خستہ تیغ ستم نکلے^{۳۳}

۲۔ بہارستان

اپنی کتاب کے لیے بہارستان کا عنوان پندرہویں صدی عیسوی میں مولانا عبدالرحمن جامی (۱۳۱۳ء-۱۳۹۲ء) نے اختیار کیا تھا۔ مولانا جامی سے مولانا ظفر علی خان کی دل چسپی کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ چالیس احادیث جمع کرنے کی قدیم مسلم روایت کی پیروی میں مولانا نے منظوم اردو ترجمے کے لیے جن چالیس احادیث کا انتخاب کیا، یہ وہی چالیس احادیث تھیں جن کا انتخاب مولانا جامی نے کیا تھا اور جو اربعین جامی کے نام سے اہل علم میں معروف ہیں۔ مولانا جامی کی بہارستان انگریزی میں بھی ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے^{۳۴}۔ بہارستان شیخ سعدی کی گلستان کی طرز پر نثر کی کتاب ہے لیکن گلستان کی طرح اخلاقی نصائح کے لیے اشعار سے بھی کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا جامی کے اس نثر پارے میں ۴۶۹ اشعار بھی ہیں جن میں ۱۱۶ اشعار عربی میں ہیں باقی سب فارسی میں ہیں۔ اپنی کتاب کے لیے بہارستان کا نام اختیار کر کے مولانا ظفر علی خان نے گویا اپنی شعری روش کو جامی اور سعدی کی روایت سے منسوب کیا۔

بہارستان مولانا ظفر علی خان کا ضخیم ترین مجموعہ کلام ہے۔ یہ مجموعہ پہلی بار دارالاشاعت بہارستان نامی ادارے نے گجرات سے شائع کیا۔ سرورق کی عبارت یہ تھی ”سلطان الشعرا ظفر الملت والدین حضرت علامہ ظفر علی خان صاحب کے چالیس سالہ کلام کا مجموعہ بہارستان حصہ اول و دوم جس کو مینیجر دارالاشاعت بہارستان گجرات...“ ہمارے پیش نظر نسخے کے سرورق پر یہاں تک کی عبارت درج ہے، یقیناً اس کے بعد ”نے شائع کیا“ لکھا ہو گا۔ اس نسخے کا معیار طباعت خاصاً کمزور ہے اور متن مغلوٹ۔ مندرجات کی ترتیب بھی وہ نہیں ہے جو بعد ازاں اردو اکیڈمی کے نسخے میں دکھائی دیتی ہے۔ بعض نظموں کے عنوانات میں بھی

تغیر دکھائی دیتا ہے اور بعض نظمیں ایسی ہیں جو محض اس نئے میں موجود ہیں۔ ہمارے پاس مولانا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی اپنی نظموں کی ایک فہرست موجود ہے اس میں نظموں کی ترتیب کچھ اور دکھائی دیتی ہے (فہرست کا عکس اس تحریر کے آخر میں شائع کیا جا رہا ہے)۔ اس اشاعت میں کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے بعد میں اس کی تصحیح شدہ اشاعت اگرچہ چند در چند عنوانات میں منقسم ہے لیکن اس طرح کتاب دو حصوں میں نہیں ہے۔ کتاب پر سنہ اشاعت درج نہیں لیکن اسی کتاب کا اردو اکیڈمی سے شائع ہونے والا تصحیح شدہ نسخہ ۱۹۳۷ء میں سامنے آیا۔ اس لیے گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ اولین اشاعت بھی اس کے قریب ہی کے زمانے میں سامنے آئی ہوگی۔ مولانا نے یہ اولین اشاعت تلف کروادی تھی۔ یہ کتاب باردگر اردو اکیڈمی لوہاری دروازہ لاہور سے نہایت آب و تاب کے ساتھ ۸/۲۶×۲۰ کی قطع پر جلی قلم کی عمدہ خطاطی کے ساتھ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کا آغاز مولانا ظفر علی خان کے لیے حالی کی نظم سے کیا گیا ہے اور اسے ”تقریب“ کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مولانا کی ساڑھے چھ سو منظومات شامل ہیں۔ کتاب ۸۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور آخری نظم ”درسِ عبرت“ ہے جس کی تاریخ تخلیق ۱۹ دسمبر ۱۹۳۱ء ہے۔

اس کے بعد بہارستان کا دوسرا ایڈیشن جو دراصل تیسرا ایڈیشن تھا مکتبہ کارواں لاہور سے شائع ہوا۔ مکتبہ کارواں کی عمومی روش کے مطابق اس کتاب پر بھی سنہ اشاعت درج نہیں۔ لیتھو کی طباعت کے لیے کتابت از سر نو کی گئی ہے۔ اردو اکیڈمی کی اشاعت کی کتابت و طباعت نہایت عمدہ تھی اور اس کا سا ۸/۲۶×۲۰ تھا جب کہ مکتبہ کارواں کی اشاعت ۱۶/۳۶×۲۳ پر ہے اور کاغذ و طباعت معمولی۔ آغاز میں صفحہ ۳ سے صفحہ ۱۶ تک اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی صاحب مرحوم کا سر آغاز ہے۔ سر آغاز کی عبارت تو دو ڈھائی صفحات ہی پر مشتمل ہے، باقی حصہ مولانا کی ان نظموں کے متن پر مشتمل ہے جو پہلے مولانا کے دوسرے مجموعوں میں شامل نہیں تھیں۔ ان نظموں میں ایک نعت کے دونایاب شعر، ”تخلیق عالم“ (ماخوذ از معرکہ مذہب و سائنس)، ”بجیرہ اسود“ (ماخوذ از خیابان فارس)، ”شورِ محشر“ (جس کا ذکر حبسیات کے ضمن میں ہو چکا)، ”ندی کا راگ“ (ماخوذ از مخزن ۳۵/ دو آتشہ ۳۶)، ”زندگی کیا ہے“ (ماخوذ از دو آتشہ) اور ”دھوپ اور چاندنی“ شامل ہیں اور سر آغاز کی عبارت بغیر کسی نشان کے یک لخت ختم ہو گئی ہے۔ اردو اکیڈمی کی اشاعت میں منظومات کا شمار ”تقریب“ سمیت ۶۵۰ ہے جب کہ مکتبہ کارواں کی اشاعت میں اندراجات کا شمار سر آغاز اور باقیات سمیت ۴۸۱ ہے، جس سے ظاہر ہے کہ نظموں کی تعداد میں تخفیف کی گئی ہے، نظموں کی ترتیب میں بھی جا بجا تبدیلیاں کی گئی ہیں اس لیے اس اشاعت کو مولانا کے مرتبہ نسخے کے مطابق نہیں کہا جاسکتا۔ آخر میں صفحہ ۵۷۷ سے ۵۹۱ تک (کتاب کی ضخامت ۵۹۱ صفحات ہے) ایک تترہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے جس کی تمہید میں فاضل مرتب نے لکھا ہے۔

بہارستان کی طباعت کے بعد حسن اتفاق سے مولانا ظفر علی خان کی چند اور نظمیں بھی مل گئیں جو بہارستان میں شامل نہیں تھیں۔ انھیں کتاب کے آخر میں بہ طور تترہ درج کیا جا رہا ہے۔ مولانا نے اپنے

والد مرحوم مولوی سراج الدین احمد خان کی وفات پر یکم جنوری ۱۹۱۰ء کو جو نوحہ کہا تھا وہ بہارستان کے صفحہ ۵۵۹ پر درج ہے لیکن معلوم نہیں کہ بہارستان کی جلد اول مرتب کرنے والوں سے اس کا پہلا بند جس میں تیس (۳۰) اشعار ہیں۔ کیسے حذف ہو گیا۔ یہ بند مولانا کے برادر کو چک جناب حامد علی خان سے ملا ہے جو ان کے شکرے کے ساتھ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ کنویں کی فریاد اور ایسکو تھ (بہ صورت موجود) بھی انھی کے عطیات ہیں۔^{۳۷}

مذکورہ نظموں کے علاوہ بھی کچھ نظمیں اس اشاعت میں اضافہ کی گئی ہیں۔ یہ نظمیں مولانا نے چمنستان کی اشاعت مارچ ۱۹۴۱ء کے بعد کہیں۔ ان نظموں میں ”اسلام کی تسلی“، ”حق کی شمشیر“، ”تبرکات“، ”زندہ رہیں گے تابہ ابد ہم اور ہمارا پاکستان“، ”پاکستانی سپاہی کا نعرہ“، ”بلیس کا ترانہ“ اور ”شیرانِ مصر“ شامل ہیں۔

کتاب میں چند ایک مقامات پر فاضل محترم نظیر لدھیانوی صاحب نے حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔ مثال کے طور پر نظم ”بجیرہ اسود“ کا شعر ہے:

ترے ایک ایک ساحل پر ہے اک اک سلطنت لیکن
بجز تیرے ڈھلین تغیر کے سانچے میں سب آخر

اس شعر کے قافیے پر اعتراض کرتے ہوئے نظیر صاحب نے لکھا ہے کہ ”آخر کی خاک مسور ہوتی ہے اس لیے آخر، مصدر، اکثر وغیرہ کے ساتھ قافیہ نہیں آسکتا۔ ظاہر ناظر وغیرہ کے ساتھ آسکتا ہے۔ یہاں مولانا کو سہو ہوا ہے مولانا کے سارے کلام میں زبان کے اعتبار سے صرف یہی ایک سقم نظر آیا ہے“^{۳۸}۔

نظیر صاحب مرحوم بہت کہنہ مشق سخن ور تھے۔ ایک بار انھوں نے علامہ اقبال سے خطاب کر کے ایک نظم کہی تو اس میں آرنی کی را کو بسکون باندھا جس پر عبدالمجید سالک نے افکار و حوادث میں اعتراض کیا۔ جب یہ اعتراض حضرت علامہ کی نظر سے گزرا تو انھوں نے سالک کے نام خط لکھا کہ ”اساتذہ عجم نے رب آرنی کی رائے ثانی کو بسکون را بھی استعمال کیا ہے سالک لاہوری، سالک یزدی کا شعر ملاحظہ فرمائیں“

مرغِ ارنی گوزِ شوقِ لنِ ترانی پر زند
پیدشِ موسیٰ خارِ وادیِ ایمن گلِ است^{۳۹}

دل چسپ بات یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خان کے شعر پر اعتراض کرتے ہوئے خود نظیر صاحب کو سہو ہوا۔ ان کا یہ کہنا تو درست ہے کہ آخر بکسر خا، مصدر، اکثر وغیرہ کا قافیہ نہیں ہو سکتا لیکن وہ اس جانب توجہ نہیں فرما سکے کہ مولانا کی نظم میں کلمہ آخر

بکسر را، جس کا مطلب آخری ہوتا ہے، باندھا ہی نہیں گیا۔ مولانا نے یہاں "آخر" بفتح خا باندھا ہے۔ عربی میں جس کا مطلب، دوسرا (Other) ہے۔ "وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ" میں اس لفظ کا قرآنی استعمال دیکھا جاسکتا ہے۔ دنیائے شعر میں اس کی مثال کے لیے امر والقیس کا شعر دیکھیے

إذا قلت هذا صاحب قد رضيتہ
وقرت به العينان بدلت آخراً^{۱۱}

جب میں کسی کے بارے میں کہتا ہوں؛ یہی وہ دوست ہے کہ میں جس سے خوش ہوں (جس سے مجھے محبت ہے) اور میری آنکھیں اس سے ٹھنڈک پاتی ہیں تو وہی دوست مجھ سے لے لیا جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا مجھے دے دیا جاتا ہے۔ اس لیے اعتراض نادرست ہے اور مولانا کا شعر درست۔ کیوں نہ ہو جب کہ مولانا خود کہہ چکے ہیں۔

ہر شعر مرا سقم سے تم پاؤ گے خالی
ریشم میں لگاتا نہیں میں ٹاٹ کا پیوند^{۱۲}

بہارستان کا جدید ایڈیشن مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ / الفیصل ناشران کی جانب سے ۲۰۱۰ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ اشاعت ۵۹۵ صفحات پر مشتمل اور مکتبہ کارواں کی شائع کردہ دوسری اشاعت ہی کی ناقص نقل ہے۔ نقل میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ یہی مغلوں متن کلیات مولانا ظفر علی خان میں شامل کر دیا گیا ہے اور صفحات نمبر تک کلیات کے مطابق نہیں کیے گئے۔

۳۔ نگارستان

چمنستان ۱۹۴۴ء میں پبلشر زیونا اینڈ لاد ہور سے دو ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اس کے آغاز میں فہرست کے بعد آٹھویں صفحے پر مولانا کی دودوسری کتابوں بہارستان اور نگارستان کا اشتہار درج ہے۔ بہارستان کے سامنے تو زیر طبع لکھا ہے جب کہ نگارستان کی قیمت چار روپے آٹھ آنے درج ہے۔ جس سے متبادر ہے کہ نگارستان، چمنستان سے پہلے شائع ہو چکی تھی۔ بہارستان اور نگارستان کی ترتیب اشاعت کا اندازہ مولانا ظفر علی خان کی نظم نگارستان کے ایک شعر سے بھی کیا جاسکتا ہے جس میں بہارستان کے بعد نگارستان کی باری آنے کا ذکر کیا گیا ہے (پوری نظم آگے آتی ہے)۔

راقم نے مارچ ۱۹۸۵ء میں نیشنل میوزیم کراچی جا کر وہاں پر محفوظ مولانا ظفر علی خان کے ہاتھ کا مکتوبہ نگارستان کا مسودہ دیکھا تھا^{۱۳}۔ یہ مسودہ ہلکے سبز اور ہلکے گلابی رنگ کے لکیر والے کاغذوں پر سیاہ روشنائی سے لکھا گیا تھا۔ اسے دیکھ کر مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ کلام مرتب کرنے کے اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا نے یہ مسودہ بڑے اہتمام سے تیار کیا ہے، مولانا کا دست خط پختہ اور الفاظ باریک ہیں۔ مولانا پاکیزہ نستعلیق میں لکھا کرتے تھے یہ مسودہ بھی اس روش کا مظہر ہے۔ مسودے کا

آغاز نظم ”چراغِ کعبہ“ سے ہو رہا ہے جس کا پہلا شعر ہے:

عرب کا اور عجم کا ذرہ ذرہ بگمگا اٹھا
جہاں میں روشنی پھیلی چراغِ کعبہ کی گھر گھر ۴۳

اختتام نظم ”میثاقِ گجرات“ پر ہو رہا ہے اور یہ نظم مکمل درج ہوئی ہے جس کے آخر میں نظم کی تاریخ تخلیق ۲۰ جون ۱۹۳۶ء درج ہے۔ اس مسودے کے آغاز کے ایک صفحے پر مولانا غلام رسول مہر کی ایک تحریر ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ مسودہ انھیں دکھایا گیا تو انھوں نے نہ صرف اس مسودے کے مولانا ظفر علی خان کا مکتوبہ ہونے کی تصدیق کی بلکہ یہ مشورہ بھی دیا کہ چونکہ یہ ایک اہم قومی امانت ہے، اس لیے اسے قومی عجائب گھر میں محفوظ کروادینا چاہیے۔ چنانچہ یہ مسودہ پاکستان نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ کر دیا گیا۔ راقم وہیں پر اس مسودے کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ ساڑھے چوبیس ضرب انیس سنٹی میٹر سائز کے اس مجلد مسودے کا سلسلہ نمبر ۳۵۱ اور مخطوطہ نمبر ۱۶/۱۹۵۸ ایم۔ این ہے ۴۵۔ نگارستان کی اولین اشاعت کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے وہ پبلشر زیونائیٹڈ لاہور کا شائع کردہ ہے اور اس نسخے کا آغاز و اختتام بعینہ وہی ہے جو اس مخطوطے کا آغاز و اختتام ہے۔ دیگر منظومات سے پہلے ”نگارستان“ کے عنوان سے کبھی گئی مندرجہ ذیل نظم مطبوعہ نسخے میں اضافی ہے۔

اگر شرمندہ تعبیر میرا خواب ہو جائے
تو سارے ہند کا مشکل کشا پنجاب ہو جائے
مسلمان باندھ کر سر سے کفن آجائیں میدان میں
تو دشمن جس قدر ہیں زہرہ سب کا آب ہو جائے
مسلمانوں کی یلغاریں کہیں روکے سے رکتی ہیں
سمندر بھی جو رستے میں پڑے پایاب ہو جائے
ہے خود اللہ ساقی ان سیہ مستوں کی محفل کا
لے پانی بھی گران کو شرابِ ناب ہو جائے
فلسطین کے مجاہد نے یہ اپنے جی میں ٹھانی ہے
مرے خونِ شہادت سے جہاں سیراب ہو جائے
اخوت اس کو کہتے ہیں چھبے کاٹا جو کابل میں
تو دہلی کا ہر اک پیرو جو اں بے تاب ہو جائے

وہ وقت آیا کہ نیل و دجلہ کی موجیں ملیں باہم
 اور ان دونوں میں شامل لہجہ چناب ہو جائے
 حکومت کا تقاضا ہے کہ حکمت ساتھ دے اس کا
 کوئی بن جائے فارابی کوئی زریاب ہو جائے
 بہارستان کے بعد آئے نگارستان کی باری
 تو مجموعہ مرے اشعار کا نایاب ہو جائے^{۳۶}

نگارستان میں ۲۰ جون ۱۹۳۶ء تک کی منظومات شامل ہیں۔ بہارستان ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ دونوں کتابوں کی اشاعت میں زیادہ فصل نہیں ہے۔ نگارستان کے بارے میں نقل کیے گئے مولانا ظفر علی خان کے محولہ بالا شعر سے یہ تو ظاہر ہے کہ بہارستان بہر حال نگارستان سے پہلے مرتب ہو چکی تھی۔ جہاں تک نگارستان کے نام کا تعلق ہے تو یہ نام ہمیں مولانا کے ایک معاصر نیاز فتح پوری کے ہاں بھی دکھائی دیتا ہے۔ نیاز کی متفرق افسانوی و غیر افسانوی تحریروں کا مجموعہ بھی اسی نام سے شائع ہوا۔ ہمارے پیش نظر اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جس میں ”کچھ دوسرے ایڈیشن کے متعلق“ کے زیر عنوان جو تحریر شامل کی گئی ہے اس کے آخر میں جنوری ۱۹۳۰ء کی تاریخ درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ”نگارستان کا پہلا ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہو گیا“^{۳۷}۔ مولانا ظفر علی خان کی نگارستان کی اشاعتِ اوّل پر اگرچہ سنہ اشاعت درج نہیں اور یہ کتاب حبسیات (۱۹۲۶ء) اور چمنستان (۱۹۳۳ء) کے درمیان کسی وقت شائع ہوئی لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہوا نگارستان میں شامل مولانا کی آخری نظم ”میتاق گجرات“ کی تاریخ تخلیق ۳۰ جون ۱۹۳۶ء ہے اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نیاز کی نگارستان اس سے پہلے شائع ہو چکی تھی۔

زبانیں عامر

نگارستان کا دوسرا ایڈیشن مولانا کی دوسری کتابوں کی طرح مکتبہ کارواں لاہور سے شائع ہوا۔ مکتبہ کارواں کی عمومی روش کے برخلاف اس پر تاریخ اشاعت ”اگست ۱۹۶۳ء“ بھی درج ہے۔ اس اشاعت میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ مضمولات کی فہرست درج کرتے ہوئے نظم کے عنوان کے ساتھ نظم کا پہلا مصرعہ بھی درج کیا گیا ہے۔ مکتبہ کارواں کے مہتمم جناب چودھری عبدالحمید علی گڑھ سے ایم اے اور ایک خوش ذوق شاعر تھے۔ انھوں نے وقت کے بڑے بڑے شعرا کے مجموعہ ہائے کلام کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ خود ان کا اپنا مجموعہ کلام شام صحرا کے نام سے شائع ہو کر اہل ذوق کی نگاہ میں مقبول ٹھہرا۔ بہارستان اور ارمغانِ قادیان کی دوسری اشاعتوں کے آغاز میں خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی صاحب مرحوم کے ”سر آغاز“ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ظفر علی خان کی کتابوں کی نئی اشاعتوں کی نگرانی نظیر صاحب کے سپرد کی گئی تھی^{۳۸}۔ ایسا کیا جانا نہایت

مناسب تھا کہ نظیر صاحب مولانا کے ادارہ زمیندار سے منسلک بھی رہے اور وہ مولانا کے کلام نظم و نثر کے قدردان بھی تھے لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ ہائے کلام کی دوسری اشاعتیں اپنی اصل کے مطابق نہیں ہیں۔ نگارستان کی اشاعت اول کے آغاز میں مولانا ظفر علی خان نے انتساب بھی درج کیا تھا۔ انتساب کی عبارت ”ملت بیضا کے حضور میں، کیوں کہ یہ مجموعہ کلام اسی کے جذبات و نظریات کا آئینہ دار ہے۔۔۔ گر قبول افتدز ہے عز و شرف۔۔۔ ظفر علی خان“ یکسر غائب ہے۔ مجموعے کی پہلی نظم بے شک وہی ہے جو مولانا کے مرتبہ مجموعے میں تھی لیکن یہ اہتمام پہلی چار نظموں ہی میں قائم رہ سکا۔ پانچویں نظم نئی اشاعت سے یکسر غائب ہے۔ اس کے بعد نظموں کی ترتیب اور ان کے عنوانات میں نہایت آزادی سے تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اشاعت اول میں منظومات کی تعداد ۱۸۱ تھی جب کہ اس کاروانی اشاعت میں یہ تعداد کم ہو کر ۷۲ رہ گئی ہے۔ دونوں نسخوں کے تفصیلی تقابلی متن میں روار کھی جانے والی بہت سی تبدیلیوں کی نشان دہی بھی کی جاسکتی ہے۔ ان تبدیلیوں کی صراحت کی بھی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔ اس کے برعکس یہ کہا گیا ہے کہ ”ان کتابوں کی ترتیب بڑی حد تک وہی رکھی ہے جو پہلے تھی“ تبدیلیوں کی جانب فقط اتنا اشارہ ملتا ہے کہ اس تازہ اشاعت میں ”تکرار کا نقص رفع کر دیا ہے“^{۴۹} لیکن ہم جو تبدیلیاں دونوں اشاعتوں میں دیکھتے ہیں وہ رفع تکرار سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ بہارستان کے برعکس نگارستان میں اشاعت نو کے مدون کی کوئی تحریر بھی موجود نہیں۔ کتاب کی کتابت طباعت اور پیش کش کا عمومی معیار پہلی اشاعت سے بہت کم تر ہے۔ کتاب غیر مجلد ہے اور کم صفحات میں زیادہ منظومات سمونے کی کوشش کی گئی ہے جس کے نتیجے میں پبلشرز یونائیٹڈ کی عمدہ کتابت میں شائع کردہ ۲۵۶ پر مشتمل محشی کتاب ۱۶۸ معری صفحات میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔

۲۰۰۷ء اور بعد ازاں ۲۰۱۰ء میں الفیصل ناشران / ظفر علی خان ٹرسٹ کی جانب سے نگارستان کا نیا ایڈیشن سامنے آیا

لیکن یہ اشاعت مولانا کی مرتب کردہ نگارستان کے مطابق نہیں بلکہ مکتبہ کارواں کی محرف اور مختلف اشاعت کے مطابق تھی۔

۴۔ چمنستان

خوبی قسمت سے نگارستان کی طرح ہمیں مولانا ظفر علی خان کا مکتوبہ چمنستان کا مسودہ دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ یہ مسودہ بھی شعری مجموعے مرتب کرنے میں مولانا کی روش خاص کا مظہر ہے۔ یہ مسودہ ہلکے گلابی اور ہلکے سبز رنگ کی کاپی کے لکیر دار کاغذوں پر لکھا گیا ہے۔ لکھنے کے لیے سیاہ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ کل مسودہ ۱۵۹ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسودے کا آغاز نظم ”میرا گناہ“ سے ہو رہا ہے جس کا پہلا شعر ہے:

مرا گناہ یہی ہے کہ مجھ کو ہے اصرار

شہید گنج کی مسجد کی بازیابی پر^{۵۰}

یہ آغاز مطبوعہ نسخے کے مطابق ہے۔ اختتام ذیل کے اشعار پر ہو رہا ہے
 سکندر اور جینا قوم کی آنکھوں کے تارے ہیں
 اسی سے شوکتِ اسلام کا اندازہ ہوتا ہے
 شہید سہروردی کو بنایا سارباں ہم نے
 رواں کس شان سے اسلام کا ہمازہ ہوتا ہے^{۵۱}

یہ نظم ۱۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں کہی گئی۔ نظم کا عنوان ”مولوی فضل الحق صدرا عظیم بنگال“ ہے اور یہ نظم مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۷۶ پر موجود ہے۔ اشاعت اول میں نظموں کے شمار کے مطابق مجموعے میں اس کا نمبر ۱۳۸ ہے جب کہ پورا مجموعہ ۲۳۳ منظومات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مسودہ نامکمل ہے یا اس کے بعد کے صفحات افتادہ ہیں۔ نظموں کے متن پر کاتب کی جانب سے کتابت کے نشانات درج ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخے کی کتابت اسی مسودے سے کی گئی۔ ”مولوی فضل الحق صدرا عظیم بنگال“ چمنستان کی ۱۳۸ ویں نظم ہے۔ طبع اول کے مطبوعہ نسخے میں کل ۲۳۳ نظمیں شامل ہیں اور اس کے صفحات ۲۸۴ ہیں گویا اس مسودے سے اصل کتاب کی ۹۵ نظمیں غائب ہیں۔ یہ مسودہ بھی ننگارستان کے مسودے کی طرح نیشنل میوزیم کراچی کے مجموعہ مخطوطات میں محفوظ ہے جہاں اس کا سلسلہ نمبر ۱۱۵۰ اور مخطوطہ نمبر ۱۶/۱۹۵۸-ایم۔ این ہے۔

چمنستان کی اولین اشاعت پبلشرز یونیٹڈ لاہور سے سامنے آئی تھی۔ کتاب کے دوسرے صفحے پر ”کاپی رائٹ“ کی صراحت کے ساتھ بہ اہتمام سنہ اشاعت ۱۹۴۴ء درج ہے۔ ”شیخ محمد نصیر ہمایوں سیکریٹری پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوا کر پبلشرز یونیٹڈ لاہور سے شائع کیا“ تعداد اشاعت دو ہزار ہے۔ کتاب مجلد ہے اور قرمزی جلد پر سنہری حروف میں کتاب کا نام چمنستان درج ہے۔ یہ اشاعت بھی شعری مجموعوں کی ترتیب و تدوین میں مولانا کے ذوق اور حسن طباعت کی مظہر ہے۔ دو کالمی فہرست میں ہر نظم کا شمار، عنوان اور صفحہ نمبر درج ہے، متن کتاب میں بھی اہتمام سے ہر نظم کے عنوان سے پہلے قوسین میں اس کا شمار درج کیا گیا ہے جس کے مطابق اس کتاب میں مولانا کی ۲۳۳ نظمیں شامل ہیں۔ کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۸۴ ہے۔ ایک بات تعجب خیز ہے کہ کتاب کے آخری صفحے پر درج پرنٹ لائن کی عبارت صفحہ ۲ کی محولہ بالا عبارت سے مختلف ہے، آخری صفحے کی عبارت کے مطابق اس کتاب کو ”م ع سلام پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوا کر اور بیٹن لٹریچر کمپنی لاہور سے شائع کیا“ راقم کا قیاس ہے کہ م ع سلام وہی شخصیت ہیں جنہوں نے بعد ازاں اپنا کلمتہ ”آئینہ ادب“ کے نام سے قائم کیا اور اس ادارے سے بڑی تعداد میں ادبی کتب شائع ہوئیں۔ اس ادارے کی کتب پر ”اچھی کتاب کا نکھار ہمیشہ قائم رہتا ہے“ کا جملہ بہ طور شعار لکھا جاتا تھا۔ مسلم مسجد لاہور کے نیچے واقع اس کلمتے میں راقم کو سلام صاحب سے ملاقات کا موقع بھی ملا۔

مولانا کے اس مجموعہ کلام سے پہلے کبھی نرائن شفیق اپنے تذکرہ شعر اکا نام چمنستان شعر ارکھ چکے تھے جسے مولانا کے دوست مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو سے ۱۹۲۸ء میں شائع کر چکے تھے^{۵۲}۔ مولانا کا چمنستان ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا۔ کہا جاسکتا ہے کہ شعری کتابوں کے ناموں میں مولانا نے متقدمین کے ناموں کو قبول کرنے میں خاصی کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا ہے اگرچہ شفیق کا مجموعہ چمنستان شعر ہے اور مولانا ظفر علی خان کا مجموعہ اپنے دوسرے مجموعوں کے ناموں سے ہم قافیہ ہو کر چمنستان کہلایا۔

چمنستان کا دوسرا ایڈیشن بھی مکتبہ کارواں لاہور سے شائع ہوا۔ کتاب کا معیار اور روش طباعت ویسی ہی معمولی ہے جیسا کہ بہارستان اور نگارستان کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ مکتبہ کارواں کی عمومی روش کے مطابق سنہ اشاعت درج نہیں، البتہ کاتب نے بہ طور ترقیمہ آخر میں ”بقلم منشی محمد دین کلیبی خوش نویس مصری شاہ لاہور۔ ۱۰ مارچ ۱۹۶۲ء“ درج کیا ہے جس سے کتاب کے زمانہ اشاعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کتاب کی پرنٹ لائن کے مطابق کتاب کے ”جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ“ ہیں۔ شاید اسی لیے کتاب کے مندرجات میں من مانی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ نظموں کی ترتیب بلکہ عنوانات تک تبدیل کر دیے گئے ہیں اور ان تبدیلیوں کے لیے کسی وضاحت یا حاشیے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

کتاب کا آغاز نظم ”میرا گناہ“ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء سے ہو رہا تھا طبع جدید کا آغاز ”پردہ دار پردہ در“ اور ”چشمہ آب بقا“ نامی نظموں سے ہو رہا ہے۔ طبع اول میں دوسری نظم ”شرک و اسلام“ تیسری ”پیمانہ الست کی تجدید“ تھی۔ طبع نو میں مذکورہ نظموں کے بعد پہلی نظم ”فٹ بال، اسلامی ٹیم کی فتح اور انگریزی ٹیم کی شکست“ درج ہے۔ اس کے بعد نظم ”کلمتہ“ ہے اور پھر نظم ”لندن کے قانون سے مدینہ کے آئین کی آویزش“ ہے۔ نظموں کے عنوانات میں بھی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر چمنستان اشاعت اول میں جو نظم ”چرخہ اور تلوار“ کے نام سے درج تھی^{۵۳}۔ بغیر کسی وضاحت کے اس کا نام ”قائد اعظم رحمہ اللہ علیہ“ کر دیا گیا ہے^{۵۴}۔ نظموں کے عنوانات میں آزادانہ تبدیلیوں کی ایک اور مثال نظم ”ہٹلر کی چال اور اس کا ایک ہی توڑ“^{۵۵} بھی ہے جس کا عنوان تبدیل کر کے ”جنگ یورپ اور مشرق وسطیٰ“^{۵۶} کر دیا گیا ہے۔ منشاء مصنف کے خلاف کی گئی تبدیلیوں کا یہ سلسلہ نظموں کے عنوانات تک محدود نہیں، مولانا کے لکھے ہوئے تعارفی نوٹ اور حواشی بھی ان تبدیلیوں سے محفوظ نہیں رہے۔ مثال کے طور پر نظم ”ہندوستان کی مشترکہ زبان“ کے تعارفی نوٹ کا اختتام اس جملے پر ہو رہا تھا ”اس نظم میں آپ کی ضیافت طبع کے لیے آج تین اشعار کا اضافہ کیا جاتا ہے ملاحظہ ہوں“^{۵۷} طبع جدید میں اس جملے پر یہ اضافہ کیا گیا ہے: ”چھ شعر یہ ہیں“^{۵۸} پھر اشعار کے بعد ”تین شعر کا اضافہ ملاحظہ ہو“ کی صراحت بھی ضروری سمجھی گئی ہے جو مولانا کے مرتبہ متن میں نہیں تھی۔ غرض اس دوسری اشاعت کو کسی طرح بھی منشاء مصنف کے مطابق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جہاں تک تیسری اشاعت (ناشر: انجیل / مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۰ء، ۱۹۵ صفحات) کا تعلق ہے تو یہ ٹرسٹ کے کارپردازان کی دو ابتدائی تحریروں کے علاوہ، سراسر مکتبہ کارواں کی اشاعت کی نقل ہے اس لیے بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ منشاء شاعر سے کوسوں دور ہے۔

۵۔ ارمان قادیاں

علی گڑھ کے فیض یافتہ ہونے کے باعث مولانا ظفر علی خان کا شمار سرسید کے مکتبہ فکر میں کیا جاسکتا ہے اور سرسید سے ان کی اثر پذیری اور ان کی علمی خدمات کے اعتراف پر مبنی ان کا انگریزی کتابچہ بھی اس کی تائید کر سکتا ہے لیکن وہ جہاں سرسید کی تعلیمی خدمت کے معترف ہیں وہاں ان کے ہاں اپنی اصل کے ساتھ وابستگی کا شدید احساس بھی موجزن ہے چنانچہ ان کے ہاں کہیں بھی جمہور کے عقائد سے اختلاف دکھائی نہیں دیتا۔ وہ تجدد و مغربیت کے اثرات سے محفوظ ایک سادہ دل مسلمان کے روپ میں ابھرتے ہیں جو خدا کی حمد پیغمبر کی نعت اور اسلام کے قصوں کو بدو شعور سے اپنا مضمون قرار دیتا ہے^{۵۹}۔ ان کی یہ راسخ العقیدگی مسلم دنیا میں استعمار کے بڑھتے ہوئے قدموں پر رنجیدہ ہوتی ہے اور ان کے ہاں جذبہ بغاوت جنم لیتا ہے۔ یہ جذبہ بغاوت جہاں انھیں اپنے اہل وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد پر ابھارتا ہے وہاں وہ ہندوستان سے باہر بھی استعمار کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے کے لیے کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔ اس باب میں ان کا رشتہ معقیدت سرسید کی بجائے سید جمال الدین افغانی سے جا ملتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) اور سید جمال الدین افغانی (۱۸۳۸ء-۱۸۹۷ء) میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے فکر سرسید پر افغانی کی تنقید دیکھی ہے وہ اس بعد کی وسعتوں کو بخوبی جان سکتے ہیں لیکن ان دونوں عظمتوں کے باب میں ظفر علی خان کی شخصیت مجمع البحرین بن کر ابھرتی ہے۔ سر مائیکل اوڈواؤرنے انھیں پان اسلام ازم سے وابستہ کیا ہے^{۶۰}۔ ظفر علی خان کی راسخ العقیدگی اور افغانی سے اثر پذیری کا لازمی تقاضا استعمار دشمنی کی صورت میں نکلنا تھا جو نکلا اور وہ عمر بھر بڑی جرات اور ہمت کے ساتھ ضد استعمار کا کردار ادا کرتے رہے۔ ایسے میں ان کے نزدیک ہر وہ شخص اور ادارہ مردود تھا جو استعمار کی پشتیبانی یا حمایت کر رہا ہو جن کے لیے انھوں نے ’نوڈی‘ کی اصطلاح وضع کر رکھی تھی۔ ایسے میں پنجاب کے ارباب نبوت ان کے طوفان خیز قلم سے کیوں کر بچ سکتے تھے جو سرکار انگلشیہ کی حکومت ’’کو آیت من آیات اللہ‘‘ سمجھتے تھے اور جنھوں نے بہ قول خود ’’ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اتنی کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے‘‘^{۶۱}۔ مولانا ظفر علی خان نے اس گروہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔ نظم ہو یا نثر دونوں میدانوں میں انھوں نے اس طبقے کا ناطقہ بند کیے رکھا، اس طبقے کا تعاقب مولانا سے پہلے بھی جاری تھا لیکن اس تعاقب کی نوعیت مذہبی اور فقہی تھی۔ سیاسی محاذ پر مولانا ظفر علی خان ’’مسلمانوں کے پہلے حدی خوان تھے‘‘^{۶۲}۔ علمائے کرام نزول مسیح، ظلی و بروزی نبوت، ظہور مہدی اور علامات قیامت وغیرہ مسائل

کی بحثوں کی روشنی میں اس نبوت کا ابطال کرنے میں مصروف تھے لیکن مولانا ظفر علی خان کے نزدیک یہ علمی یا دینی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ انھوں نے اسے ایک سیاسی مسئلہ قرار دیا اور اسی پہلو سے اس مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ کو اپنا موضوع بنایا۔ وہ ایک بے مثال بدیہہ گو، پیدائشی صحافی اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ انھوں نے اپنی ان تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس طبقے کا تعاقب کیا۔ قادیانیت سے متعلق ان کی نظم و نثر کو یکجا کرنے کا خیال غالباً ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں اس کا اعلان بھی کر دیا گیا لیکن اس موضوع پر ان کی کتاب ۱۹۳۶ء میں سامنے آئی۔ ۱۹۳۴ء میں اس خیال کے ظہور کا ثبوت وہ نظم ہے جو مولانا نے اس کتاب کا نام تجویز کرتے ہوئے کہی اور جس پر ۱۱ اپریل ۱۹۳۴ء کی تاریخ درج ہے۔ چونکہ یہ نظم موضوع سے براہ راست متعلق ہے اور اس کتاب کا بہترین تعارف ہے اس لیے ذیل میں اس کے اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

تم کو گر منظور ہے سیر جہان قادیاں
 اے مسلمانو خریدو ارماغان قادیاں
 جی کو بہلاؤ گے کیوں کر گر نہ لو گے یہ کتاب
 کیونکہ مٹ جانے کو ہے نام و نشان قادیاں
 اس بھجارت کو نہ بوجھا آج تک کوئی ادیب
 میں نے ہی آخر کو حل کی چیستان قادیاں
 میرے ہی خامے کی رنگینی تھی جس کے فیض سے
 ہو گئی سننے کے قابل داستان قادیاں
 میں نے دی اس کو لگام اور ہو گیا اس پر سوار
 ورنہ کس کو مانتی تھی مادیان قادیاں
 کس طرح ممکن ہے دل پر ہو کسی کو اختیار
 جب ہوں دل کے چھیننے والے بتان قادیاں
 مجھ سے پوچھو کیوں فدا ہے قادیاں کشمیر پر
 مجھ سے بڑھ کر کون ہو گا رازدان قادیاں
 جو مجاور ہیں بہشتی مقبرے کے آج کل
 بیچتے پھرتے ہیں گھر گھر استخوان قادیاں

صرف غائب، نحو عنقا اور سلاست ناپدید
ان سب اجزا سے مرکب ہے زبانِ قادیاں
”اک برہنہ سے نہ یہ ہو گا کہ تا باندھے آزار“
یہ کہ ”تا“ ہے شاہکار شاعرانِ قادیاں
لوگ حیراں تھے کہ جب پھیکا ہے پکوان اس قدر
ہو گئی پھر اتنی اونچی کیوں دکانِ قادیاں
جو فروشی کے لیے گندم نمائی شرط تھی
تھا بڑا ہی کائیاں بازارگانِ قادیاں
کیا سلوک ان سے روا رکھتے ہیں منکر اور نکیر
قبر میں خود دیکھ لیں گے منکرانِ قادیاں^۳

نظم میں جس کتاب کی نوید سنائی گئی تھی وہ کتاب نظم کے سال تخلیق میں شائع نہ ہو سکی بلکہ اگلے سال بھی اس کی اشاعت ممکن نہ ہوئی، اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ یہ بات ہمیں چراغِ حسنِ حسرت کے مقدمے سے معلوم ہوئی جنھوں نے لکھا ہے کہ ”مولانا نے پچھلے سال بعض احباب کے اصرار سے مجبور ہو کر قادیانیت پر لکھے گئے مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ مضامین اس قدر زیادہ تھے کہ انھیں ایک جلد میں شائع کرنا ناممکن تھا آخر یہ طے پایا کہ فی الحال ان مضامین کا ایک مختصر سا انتخاب شائع کر دیا جائے لیکن اسی زمانے میں زمیندار کے پریس کی ضبطی کا واقعہ پیش آیا اور اخبار سے ضمانت طلب کر لی گئی۔ ابھی اس مصیبت سے رہائی نہیں ہوئی تھی کہ مولانا کو کرم آباد میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ارمغانِ قادیاں جسے اعلان کے مطابق ۱۹۳۵ء کے آغاز میں شائع ہو جانا چاہیے تھا۔ ۱۹۳۶ء میں شائع ہو رہی ہے“^۴۔

۱۹۳۶ء میں سامنے آنے والی اس اشاعت میں درج ذیل سنین کی منظوم تخلیقات شامل تھیں ۱۹۱۷ء، ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۵ء، ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء، منظومات کے علاوہ اس میں ذیل کی نثری تحریریں بھی شامل تھیں: احمد کون ہے؟ حضور سرور کون و مکاں یا مرزائے قادیاں، متنبی قادیاں کی ناک، قادیاں اور سید امیر علی مرحوم، بعثت مجددین، ملنگ بہ اشتیاق گولے کے، الولد سرلابیہ، علامہ اقبال اور مسئلہ ختم نبوت۔ قادیاں کے تابوت کی آخری میخ، متنبی قادیاں اور اس کا لاہوری طنزورہ۔ کتاب کے آغاز میں مہتمم اعلیٰ روزنامہ زمیندار لاہور غلام حیدر خان کی جانب سے یہ اعلان شائع کیا گیا تھا کہ ”مولانا ظفر علی خان کی شہر آفاق تصنیف ارمغانِ قادیاں کا پہلا حصہ شائع کیا جا رہا ہے لیکن قلتِ گنجائش کے باعث مولانا کا بہت سا

کلام نثر و نظم پہلے حصے میں درج نہیں کیا جاسکا اس کے لیے شائقین کرام کو دوسرے حصے کا انتظار کرنا چاہیے جس کی کتابت شروع ہو چکی ہے اور اپنے وقت پر زور طبع سے آراستہ ہو جائے گی۔ اس کی قیمت کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔^{۶۵}۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حصے کی اشاعت کی کبھی نوبت نہ آسکی۔ پہلا حصہ بھی اشاعت کے بعد مدتوں نایاب رہا یہاں تک کہ قیام پاکستان کے بعد مکتبہ کارواں کی جانب سے مولانا کی کتابوں کی جدید اشاعت کے وقت از سر نو شائع ہو سکا لیکن یہ اشاعت طبع اول سے بہت کچھ مختلف تھی۔ اس اشاعت کے مرتب اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی صاحب مرحوم نے، جو اس زمانے میں روزنامہ امروز لاہور کے سینئر سب ایڈیٹر تھے، اس کتاب پر یہاں وہاں کچھ حواشی بھی تحریر کیے ہیں جن کے مطابق انھوں نے اس مجموعے سے حصہ نثر کو بالکل حذف کر دیا کہ ان کی رائے میں یہ مضامین ”پر زور اور نایاب“ ہونے کے باوجود اس مجموعے کی ضخامت بڑھانے کے لیے شامل کر دیے گئے تھے اور بعض نظمیں بھی محض ایک آدھ شعر کی وجہ سے درج کر دی گئی تھیں اس لیے انھوں نے ”ایسی نظموں اور حصہ نثر کو اس اشاعت سے حذف کر دیا اور اس کے بجائے موضوع سے متعلق مولانا کی دوسری نظمیں درج کر دیں جو پہلی اشاعت میں رہ گئی تھیں“^{۶۶}۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی اشاعت میں کتاب کے موضوع پر مولانا کی ۱۹۳۴ تک کی منظومات شامل تھیں اور کتاب کا آغاز حمد و نعت سے ہو رہا تھا۔ حمد کے طور پر: پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے دور جام اس کا۔۔۔ اور نعت کے ضمن میں مولانا کی مشہور نعت: رونق بزم دودہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ درج کی گئی تھی۔ جدید اشاعت میں ان دونوں کو خارج کر دیا گیا اور کتاب کا آغاز نظم ”ارمغان قادیاں“ کے بعد نظم ”قادیاں کا تھیٹر“ سے کیا گیا۔ جو نظمیں خارج کی گئی ہیں ان میں ”نوجوان جموں کا نعرہ مستانہ“، ”الوہیت کا شعلہ“، ”نبوت کا دھواں“، ”حصار قادیاں پر اسلام کا ہم“، ”انسان کا پتھر دل“، ”طلبہ سے خطاب“، ”سائنگلن مل کا عقد“، ”قادیاں والی“، ”زمیندار بزبان انگریزی“، ”دعوت و ارشاد“ اور ”حضور سرور کون و مکان ﷺ کا جشن میلاد“ شامل ہیں۔ ان محذوفات کے علاوہ اشاعت جدید میں کچھ نظمیں ایذا بھی کی گئی ہیں ان نظموں میں ”مباہلہ“، ”متنبی قادیاں کا ترانہ“، ”پناہ بخدا“، ”ناموس رسالت کے تحفظ کی قیمت“، ”منکر ختم نبوت کا حشر“، ”وفاداران مادر زاد“، ”اپنی اپنی قسمت“، ”قادیانیت“، ”پٹی پٹی“، ”لگاؤ اور آگ“، ”تابوت قادیان میں آخری میخ“، ”سر ہر برٹ ایمرسن سے گلہ“، ”سحر حلال“، ”حضرت پاپائے قادیاں کے حضور میں“ اور متفرق اشعار شامل ہیں۔

اس اشاعت کے ایک طویل عرصہ کے بعد الفیصل ناشران و تاجران کتب کے زیر اہتمام مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ کی جانب سے اپریل ۲۰۰۷ء میں یہ کتاب از سر نو شائع ہوئی (ضخامت ۸۱ صفحات)۔ کلیات ظفر علی خان کی اشاعت عمل میں آئی تو اس مجموعے میں بھی یہ کتاب شامل کی گئی طریقہ وہی رہا جس کا پہلے کسی اور کتاب کے سلسلے میں ذکر کیا جا چکا ہے یعنی کتاب کے

صفحات نمبر آزادانہ ہیں، کلیات کے صفحات کا الگ سے شمار نہیں کیا گیا۔ اگرچہ سرورق پر یہاں بھی بہ حیثیت مرتب زاہد علی خان صاحب کا نام درج ہے لیکن ان کی ترتیب کی کوئی شہادت کتاب سے نہیں ملتی۔ یہ اشاعت سراسر مکتبہ کارواں کی اشاعت کی نقل ہے۔

جہاں تک اس کتاب میں مولانا کے مضامین نثر کے شمول کا تعلق ہے تو ہو سکتا ہے اس کی وجہ وہی ہو جو فاضل محترم نظیر لدھیانوی صاحب (مرحوم) نے بیان کی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کتاب کی صورت میں یہ مضامین محفوظ ہو گئے تھے اور بعد ازاں نہ تو اس کتاب کی بار بار اشاعت ممکن ہوئی اور نہ ہی یہ مضامین قارئین کی دسترس میں رہے۔ نظیر لدھیانوی صاحب کی جانب سے ان مضامین کے اخراج کے بعد اس کتاب کے جو ایڈیشن سامنے آئے وہ ان مضامین سے خالی رہے نتیجتاً آج کا قاری مولانا کے ان یادگار مضامین تک رسائی سے محروم ہے۔ ان مضامین کا بہتر تعارف چراغ حسن حسرت کے الفاظ میں کروایا جاسکتا ہے جنھوں نے ارمغان قادیان کی اولین اشاعت پر ایک زوردار مقدمہ لکھا تھا۔ راقم کی رائے میں جس طرح مولانا ظفر علی خان کی شخصیت پر چراغ حسن حسرت کا لکھا ہوا خاکہ خاصے کی چیز ہے^{۶۷}۔ اسی طرح ظفر علی خان کے فن کے حوالے سے حسرت کی یہ تحریر بھی ناقابل فراموش ہے۔ اس مقدمے کے مطابق ”ان میں بعض مضامین ایسے ہیں جن میں طنز کا انداز نمایاں ہے بعض مضامین میں سنجیدگی سے علمی بحث کی گئی ہے۔“ ”بعثت مجددین“ نہایت بلند پایہ اور وقیع مضمون ہے جو نہایت کاوش سے لکھا گیا ہے۔ نظم کی طرح وہ نثر میں بھی صاحب طرز استاد ہیں فارسی زبان کی پر شکوہ ترکیبوں اور نادر استعاروں اور تشبیہوں سے وہ الفاظ کا ایسا طلسم باندھتے ہیں جس سے سامع بے اختیار مرعوب ہو جاتا ہے۔ اردو کے محاورات پر انھیں بے پناہ قدرت ہے اور ان کی زبان کی صحت ان لوگوں کے نزدیک بھی مسلم ہے جو پنجاب کے کسی ادیب یا شاعر کو شائستہ التفات نہیں سمجھتے“^{۶۸}۔

اس کتاب کی جدید ترین اشاعت مشتمل بر منظومات مع مقدمہ حسرت بہ ترتیب اینف کا شرف ۱۱۵ صفحات پر مشتمل ہے اور ترتیب پہلی اشاعتوں سے مختلف۔ مرتب نے آغاز میں چار صفحات پر مشتمل تمہید میں بتایا ہے کہ:

یہ کتاب جب دوسری مرتبہ شائع کی (گئی) تو بیشتر اشعار اشاعت سے رہ گئے (زاہد علی خان صاحب نے تیسری اشاعت میں بھی ان اشعار کو شامل نہیں کیا) جو کہ اس اشاعت میں شامل ہیں اس اشاعت (چوتھی) میں تمام مشکل الفاظ کے مطالب و معانی فٹ نوٹ میں دیے گئے ہیں اور بعض ضروری توضیحات سے اسے آسان تر بنا دیا گیا ہے۔^{۶۹}

جہاں تک حواشی کا تعلق ہے تو بیشتر وہی حواشی ہیں جو نظیر لدھیانوی صاحب نے اشاعت دوم میں درج کیے تھے بیشتر مقامات پر نظیر صاحب کا نام ان پر سے ہٹا دیا گیا ہے۔ بعض جگہوں پر فارسی اشعار کے تراجم البتہ مرتب کا اضافہ ہیں۔ نظم ”خلافت قادیانیہ“ کے آخری مصرعے (مقنع جس میں فرط عجز سے گردن جھکاتا ہے) پر مقنع کے بارے میں نظیر لدھیانوی صاحب نے جو

نوٹ لکھا تھا^{۷۰}، اسے ہٹا کر وہاں مقفَع سے متعلق پنجاب یونیورسٹی کے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا اندراج شامل کر دیا گیا ہے^{۷۱}۔
متفرق اشعار میں نظیر صاحب لدھیانوی کے فراہم کردہ اشعار پر چھ اشعار کا اضافہ ہے۔ یہ چھ اشعار، اشاعت دوم کے متفرق اشعار میں مندرج اس شعر کے بعد اضافہ ہوئے ہیں:

طوق استعمار مغرب خود کیا زیب گلو

اور گواہ اس پر ہیں مرزا کی پچاس الماریاں^{۷۲}

کتاب کی فہرست کا طبع دوم سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آخر کی چار نظمیں ایسی ہیں جو طبع دوم میں موجود نہیں ہیں (حضرت پاپائے قادیاں کے حضور میں، الفضل قادیاں، قادیانی بھٹیاری، باریش باباہم بازی) ان چار کی یہ کیفیت ہے کہ ان میں سے جو نظم ”الفضل قادیاں“ کے عنوان سے درج کی گئی ہے وہ وہی ہے جو ارمغان قادیان کی طبع اول میں ان بعض الظن اثم کے نام سے موجود ہے^{۷۳}۔ یہاں فرق یہ ہے کہ طبع اول میں موجود نظم پر سے ذیل کا نوٹ حذف کر دیا گیا ہے:

ستارہ صبح میں ایک دفعہ سہو کتابت سے ان بعض الظن اثم کے بجائے ان بعد الظن اثم چھپ گیا۔

قادیاں والوں کو ایسی باتیں خدادے ”مولویت ظفر علی خاں کی“ کا عنوان قائم کر کے الفضل نے وہ ملاحظیاں

سنائیں کہ اللہ دے اور بندہ لے ان گالیوں کا جواب نظم ذیل میں دیا گیا^{۷۴}۔

دل چسپ بات یہ ہے کہ یہ نظم طبع دوم میں بھی موجود ہے۔ محض نام بدل دینے اور وضاحتی نوٹ حذف کر دینے سے اس پر اضافے کا گمان ہوتا ہے ورنہ طبع دوم میں بھی یہ نوٹ موجود ہے^{۷۵}۔ نظم ”حضرت پاپائے قادیاں کے حضور میں“ کا بھی یہ عالم ہے کہ پوری نظم طبع دوم اور طبع سوم دونوں میں موجود ہے^{۷۶}۔ نظم ”قادیانی بھٹیاری“ بھی طبع اول میں موجود ہے^{۷۷}۔ طبع دوم بھی اس کے اندراج سے خالی نہیں^{۷۸}۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی دونوں بلکہ تینوں اشاعتوں میں^{۷۹}۔ نظم کا عنوان ”متنبی کی الماری“ ہے جسے تبدیل کرنے سے اس پر ”اضافے“ کا گمان ہوتا ہے۔ نظم ”باریش باباہم بازی“ کی بھی یہی کیفیت ہے۔ یہ نظم ارمغان طبع اول، دوم، سوم سب میں شامل ہے۔ طبع اول میں اس کا عنوان ”مینار قادیان“ ہے طبع دوم اور سوم میں بھی یہی عنوان ہے۔ البتہ یہ فرق ہے کہ ان تینوں اشاعتوں میں اس کے تین اشعار پہلا چوتھا اور پانچواں شعر موجود ہیں باقی دو شعر غائب ہیں^{۸۰}، لیکن ایسا نہیں کہ یہ دو شعر پہلے موجود نہیں تھے۔ یہ دونوں شعر اس نظم کے بہارستان میں اندراج میں موجود ہیں۔ انیف صاحب نے بہارستان کا جو حوالہ دیا ہے افسوس کہ وہ نادرست ہے۔ مکمل صورت میں یہ نظم بہارستان طبع اول کے صفحہ ۵۴۰ پر نہیں صفحہ ۵۷۸ پر مندرج ہے۔ نظم کا نام ارمغان قادیان کی مقدم اشاعتوں کے مطابق نہیں البتہ بہارستان کے مطابق ہے۔ ارمغان قادیان کی طبع اول میں نظم پر تخلیق کی تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۱ء لکھی گئی ہے جو طبع دوم میں ۱۵ ستمبر ۱۹۳۱ء

ہو گئی ہے۔ طبع سوم میں بھی اسی کی پیروی کی گئی ہے۔ بہارستان میں جو اس نظم کا قدیم ترین ماخذ ہے نظم کی تاریخ تخلیق ۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء ہے۔ جعفر بلوچ صاحب نے تاریخ تخلیق سے دھوکا کھا کر اسے اس نظم کی زمیندار میں تاریخ اشاعت بتایا ہے^{۸۱}۔ اس تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ار مغن قادیان کی اس جدید اشاعت میں کوئی نظم بھی نئی نہیں تمام کی تمام نظمیں اوپر فراہم کی گئی تفصیل کے مطابق پہلی طباعتوں میں موجود ہیں۔

۵۔ خمستان حجاز

بعض دوسری کتابوں کی طرح یہ مجموعہ بھی مولانا ظفر علی خان کا مرتب کردہ نہیں ہے۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس کتاب کے ناشر کتب خانہ مقبول عام ہی کی جانب سے اس کتاب کو ترتیب دیا گیا۔ کتاب کے مندرجات تمام و کمال مولانا کے دوسرے شعری مجموعوں میں موجود ہیں۔ سنہ اشاعت جون ۱۹۶۵ء ہے۔ فروری ۲۰۱۴ء میں راجہ اسد علی خان صاحب نے نئی ترتیب اور مولانا کی دوسری کتب سے کچھ نعتوں کا اضافہ کر کے مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ سے از سر نو شائع کیا۔ پہلی اشاعت ۱۴۰ صفحات پر مشتمل تھی تو سائز کی تبدیلی کے ساتھ اشاعت ثانی ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ آغاز میں ٹرسٹ کے چیئرمین خالد محمود صاحب، خازن مجیب الرحمن شامی صاحب اور راجہ اسد علی خان کے ابتدا یئے ہیں۔ ایک بار راقم نے اس کتاب کی نسبت مولانا حامد علی خان مرحوم سے دریافت کیا کہ کیا یہ کتاب مولانا ظفر علی خان کی مرتبہ ہے؟ تو انھوں نے اس کتاب کے وجود سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ جب راقم نے بتایا کہ یہ مولانا کی حمدوں اور نعتوں کا مجموعہ ہے جو ان کے دیگر مجموعوں سے لے کر خمستان حجاز کے عنوان کے تحت یکجا کر دی گئی ہیں تو مولانا حامد علی خان صاحب نے اس نام کی تحسین کرتے ہوئے کہا کہ اگر مولانا ظفر علی خان اس طرح کا مجموعہ خود مرتب کرتے تو وہ بھی اس کے لیے یہی نام تجویز کرتے۔

یوں تو مولانا ظفر علی خان کا کوئی بھی مزاج شناس حامد علی خان صاحب کی اس بات سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ تاہم راقم نے اس خیال سے مولانا کے کلام کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ ترکیب ان کے کلام میں موجود ہے دیکھیے:

ہند پر بند ہوئی راہ خمستان حجاز
در میخانہ بہ بستند خدایا پسند
کہ در خانہ تزویر وریا بکشاید^{۸۲}

۶۔ خیالستان

اردو ادب کے قارئین خیالستان نام سے سید سجاد حیدر یلدرم کے افسانوی مجموعے کی حیثیت سے بخوبی واقف ہیں۔ یہ ایک خیال افروز نام ہے۔ یہ نام مولانا ظفر علی خان کے دوسرے شعری مجموعوں بہارستان، نگارستان اور چمنستان

کے ناموں سے ہم آہنگ ہے۔ شاید یہی بات مولانا ظفر علی خان کے شعری مجموعے کے طور پر اس نام کو اختیار کرنے کا باعث قرار پائی ہو لیکن اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں بہت سے دوسرے پہلوؤں کو بھی دیکھنا ہوگا۔

اس مجموعے کے بارے میں پہلے راقم کا خیال تھا کہ یہ مولانا کے کسی نیاز مند کا مرتب کردہ مجموعہ ہے جس نے مولانا کے مجموعہ ہائے کلام سے مختلف منظومات چن کر انھیں یکجا کر دیا ہے اور مولانا کے مزاج کے پیش نظر اس کا نام خیالستان تجویز کر دیا ہے لیکن مولانا کے کشف الایات پر کام کے دوران راقم نے اس مجموعے کی ایک ایک نظم کا جائزہ لیا تو کچھ نئے پہلو متکشف ہوئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خیالستان میں پانچ غزلوں سمیت کل ۵۷ منظومات شامل ہیں۔ ان ۵۷ منظومات کی کیفیت یہ ہے کہ ان میں سے اکیس نظمیں ایسی ہیں جو بہارستان میں شامل ہیں، بیس نظمیں وہ ہیں جو حبسیات کا حصہ ہیں۔ دس نظمیں نگارستان میں موجود ہیں ایک نظم چمنستان میں ہے، پورے مجموعے میں صرف پانچ منظومات ایسی ہیں جو مولانا کے کسی دوسرے مجموعہ کلام میں شامل نہیں ہیں۔

خیالستان کی طبع اول ہمیں تلاش کے باوجود نہیں ملی۔ اگر طبع اول مل جائے تو اس میں شامل نظموں کے متن کی نسبت بہتر رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ سردست صورت حال یہ ہے کہ اس مجموعے میں نظموں پر جو تعارفی نوٹ لکھے گئے ہیں وہ قلم غیر سے ہیں۔ یہی نظمیں مولانا کے دوسرے مجموعوں میں دیکھی جائیں تو وہاں یہی نوٹ مولانا کے اپنے قلم سے موجود ہیں اور مضمون واحد ہے۔ اس بات سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ یہ مجموعہ مولانا کے کسی نیاز مند کا مرتب کردہ ہے لیکن جب اشعار میں ترمیم، ترمیم اور اضافوں کو دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ ترمیم اور اضافے شاعر کے سو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس مجموعے پر خود مولانا کا مرتب کردہ مجموعہ ہونے کا خیال کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک اس مجموعے کے نام کا تعلق ہے تو مولانا ظفر علی خان کے کلام میں ”خیالستان“ کے عنوان سے ایک نظم ملتی ہے جسے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

اک جہان رنگ و بو خود مرا خیال تھا
گوشہ قفس مجھے عالم مثال تھا
رات شاہباز فکر لے گیا کہاں کہاں
خود تو میں شکستہ پر اور گستہ بال تھا
چھپ چکا تھا آفتاب ضوفشاں تھا ماہتاب
کائنات کا مزاج رو بہ اعتدال تھا

کوه و دشت و بام و در غرق موج نور تھے
 بسکد ماہ نیم ماہ بن چکا ہلال تھا
 چاک تھی قبائے گل بے نقاب تھے نجوم
 بے حجاب ہر طرف حسن لایزال تھا
 دیکھتا تھا میں جدھر سر بسجده تھے شجر
 ڈال ڈال پات پات ذکر ذوالجلال تھا
 عرش و فرش مست تھے اپنے اپنے رنگ میں
 کیا کہوں مگر کہ کیا میرے دل کا حال تھا
 وہ زمانہ پھر گیا یک بہ یک نگاہ میں
 جب ہر ایک حق پرست بوزر و بلال تھا
 جب نبی کے نام پر جسم و روح تھے نثار
 جب خدا کی راہ میں وقف جان و مال تھا
 جام جم سے بے نیاز تھی شراب خانہ ساز
 مے کشوں کا چارہ ساز ساغر سقال تھا
 باغ میں وہی بہار پھر بھی آئے گی کبھی
 حاملان عرش سے یہ مرا سوال تھا
 ہم زباں نہ تھے مگر میں سمجھ گیا مراد
 میری بات کا جواب مصطفیٰ کمال تھا^{۸۳}

آغاز کلام میں خیالستان کے نام سے شائع ہونے والے سید سجاد حیدر یلدرم (۱۸۸۰ء-۱۹۳۳ء) کے افسانوی مجموعے کا ذکر کیا گیا ہے۔ سید سجاد حیدر یلدرم، مولانا ظفر علی خان (۱۸۷۳ء-۱۹۵۶ء) کے ایک جوئیر ہم مکتب تھے۔ ان کے اس مجموعے کی اوّلین اشاعت کا سال معلوم کرنے کے لیے ہم نے ان کی اہلیہ بنت نذر الباقرق جو شادی کے بعد نذر سجاد حیدر ہو گئیں، کی ایک تحریر سے رجوع کیا۔ ان کے مطابق ”غالبا ۱۹۱۱ء میں وہ مجموعہ جس کا نام خیالستان ہے شائع ہو گیا تھا“^{۸۴}۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صدر شعبہ اردو ڈاکٹر ثریا حسین نے خیالستان کے سامنے قوسین میں ۱۹۱۰ء کا سال درج کیا ہے^{۸۵}، جس سے لازماً یہ متبادر نہیں

ہوتا کہ خیالستان ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی، یہ اس کی ترتیب یا تالیف کا سال بھی ہو سکتا ہے تاہم انھوں نے یلدرم کی نگارشات و تراجم کی فہرست مرتب کرتے ہوئے ناشر کا نام مخزن بک ڈپولاہور اور خیالستان کا سال اشاعت ۱۹۱۰ء ہی بتایا ہے^{۸۶}۔ اس اطلاع کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خیالستان کا اشتہار پہلی بار ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۱ء سے پہلے یہ مجموعہ چھپ چکا تھا۔ اگر مولانا ظفر علی خان کے شعری مجموعے کی اولین اشاعت کا سال معلوم ہو جائے تو یہ فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہو جائے کہ خیالستان کا نام پہلے کس مصنف نے استعمال کیا۔ ایک داخلی شہادت اس نام کے حوالے سے یلدرم کی اولیت پر مشعر ہے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔ اس نام کی تحقیق کے دوران ہمیں لڑکیوں اور عورتوں کے ایک ماہانہ رسالے المنسا کا سراغ بھی ملا جس کے اکتوبر ۱۹۲۰ء کے شمارے میں خیالستان کے نام سے ایک ادبی رسالے کی اشاعت کا اعلان شائع ہوا ”جو ایک فاضل و قابل ایڈیٹر کے زیر ادارت مغربی ادبیات کے تراجم کا مخزن ہو گا اور جسے علامہ اقبال اور غلام حیدر خان نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا“^{۸۷}۔ یہ تمام اشارے مولانا ظفر علی خان کی ذات کی جانب راجع ہیں اگرچہ مولانا کی زندگی میں ہمیں اس نام کے رسالے کا سراغ نہیں ملا البتہ ہم مولانا صلاح الدین احمد اور اختر شیرانی کے خیالستان سے ضرور واقف ہیں جو بالترتیب ۱۹۲۰ اور ۱۹۲۶ء میں شائع ہوتے رہے۔ ذیل میں مولانا ظفر علی خان کے شعری مجموعے خیالستان کی ان نظموں کی تفصیل درج کی جاتی ہے جو مولانا ظفر علی خان کے دوسرے شعری مجموعوں میں شامل ہیں۔

وہ نظمیں جو بہارستان میں شامل ہیں:

”آوازہ حق“، ”عرض حال بدرگاہ رب العزتوسط حضورخواجہ دو جہان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ“، ”رحمۃ اللعالمین“، ”خیالستان“، ”فسطاط“، ”آرزو“، ”نوائے سروش“، ”شہر آشوب“، ”اسلام کی لوری اپنے بچوں کو“، ”اللہ والے“، ”ابدی زندگانی“، ”ماضی و حال“، ”لندن“، ”کتے سے پڑھو سبق وفا کا“، ”غریب الوطن شاعر کا خطاب اپنی بیوی سے جو وطن میں ہے“، ”سلطان ٹیپو کے مزار پر دو آنسو“، ”غزل: جتا رہے ہیں وہ مجھ پہ الفت رقیب کو فیض یاب کر کے“، ”غزل: اڑے بارود کے مانند خود اور لے اڑے مجھ کو“، ”محبت کی راہ“، ”غزل: وہ کافر آج دل کا لینے کو امتحان ہے“، ”غزل: بڑھا ہے آگے کوروز روشن ہٹی ہے پیچھے کورات کالی“، کل نظمیں: ۲۱۔

وہ نظمیں جو حبسیات میں شامل ہیں:

”خمسنتان ازل کا ساقی“، ”کلام اللہ“، ”فریاد بحضور سرور کونین“، ”صلو علیہ وآلہ“، ”عرش سے فرش تک حضور سرور کونین پر صلو و سلام کی بارش“، ”صاحب قاب قوسین اودانی“، ”عشق رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“، ”آزادی“، ”ماں باپ کا ادب“، ”اعظم الجہاد“، ”اسلام کی شناخت“، ”رشتہ اسلام“، ”اطاعت و استطاعت“، ”دین کی لم“، ”ایمان کی شناخت“، ”اخلاق مرتضوی“،

”تمنائیں“، ”حقائق“، ”محفل نشاط“، ”غزل: تجھے فکر کیوں ہے اے دل کہ یہ شب بسر بھی ہوگی“ کل نظمیں: ۲۰۔

وہ نظمیں چونگارسستان میں شامل ہیں:

”ہرمزان“، ”نغمہ فارابی“، ”رب کعبہ کا لطف عام“، ”رامائن کا ایک سین“، ”رشی کانوحہ“، ”سمندر“، ”مسز سروجنی

ناپید کی ایک نظم کا ترجمہ“، ”پھولوں کا تار بلبل کے نام“، ”نوید بہار“، ”وادی جہلم“، کل نظمیں: ۱۰۔

وہ نظم جو چمنستان میں شامل ہے:

”سیر کہسار“، کل نظمیں: ایک

اس تفصیل کے بعد اب ہم ان نظموں کے نام درج کرتے ہیں جو خیالستان کے علاوہ کسی دوسرے مجموعے میں

شامل نہیں ہیں۔ ان نظموں کی کل تعداد پانچ ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان پانچ نظموں کے علاوہ اس مجموعے میں جو کلام

شامل ہے وہ سراسر مولانا کے دوسرے مجموعوں سے لیا گیا ہے۔

”اسلام بہ کوری بخت اوہام“^{۸۸}۔ ”سہانا وقت“^{۸۹}۔ ”مسلمان“^{۹۰}۔ ”چشم جاناں“^{۹۱}۔ ”غزل: مرے سرو کا گلستاں

اور ہے“^{۹۲}۔ کل نظمیں: ۵۔

جہاں تک نظموں کے متون کا تعلق ہے تو وہ بھی ہموار نہیں۔ مثال کے طور پر مولانا کی مشہور نعت ”وہ شمع اجالا جس نے

کیا چالیس برس تک غاروں میں“۔۔۔ الخ خیالستان میں صلوا علیہ وآلہ کے زیر عنوان پانچ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کے

آخر میں تاریخ تخلیق اگست ۱۹۱۰ درج ہے^{۹۳} جب کہ یہی نعت حبسیات میں بھی موجود ہے اور یہاں اس کا عنوان ”شمع

حرا“ ہے^{۹۴}۔ صرف یہی نہیں کہ عنوان مختلف ہے حبسیات میں اس نعت کے اشعار کی تعداد سات ہے۔ خیالستان میں

مندرجہ متن کا ایک شعر حبسیات کے متن سے غائب ہے وہ شعر یہ ہے:

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے

ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سپاروں میں^{۹۵}

گویا حبسیات میں اس متن کے صرف چار اشعار موجود ہیں۔ تین اشعار اس متن پر زائد بھی ہیں۔ مطلع کے بعد

پہلا ہی شعر ہے:

رحمت کی گھنائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد گنبد پر

وحدت کی جلی کوند گئی آفاق کے سینہ زاروں میں^{۹۶}

نعت کے آخر میں ذیل کے دو شعروں کا اضافہ کیا گیا ہے:

جس میکدہ کی اک بوند سے بھی لب کج کھوں کے تر نہ ہوئے
ہیں آج بھی ہم بے مایہ گدا اس میکدہ کے سرشاروں میں
ہم حق کے علم برداروں کا ہے اب بھی نرالا ٹھاٹھ وہی
بادل کی گرج تکبیروں میں، بجلی کی تڑپ تلواروں میں ۹۷

جیسا کہ وضاحت کی گئی خیالستان میں نعت کے اختتام پر ”اگست ۱۹۱۰ء“ کی تاریخ بھی درج ہے جب کہ حبسیات میں اس کی کوئی تاریخ درج نہیں اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ حبسیات کا سال اشاعت ۱۹۲۶ء ہے۔ اسی طرح خیالستان میں ایک دوسری نعت کا عنوان ہے ”عرش سے فرش تک حضور سرور کونین ﷺ پر صلوا و سلام کی بارش“ خیالستان میں اس کے تیرہ اشعار ہیں، حبسیات کے متن سے اس کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خیالستان کے متن میں حبسیات سے چار اشعار زائد ہیں یہ چار اشعار درج ذیل ہیں:

تغ و کفن جب باندھ کے نکلے اس کے قشونِ قاہرہ گھر سے
بچھ گئی یورپ میں صفِ ماتم صلی اللہ علیہ وسلم
ہے عرب اس کا اور عجم اس کا، تھامے ہوئے ہیں ہم علم اس کا
وہ ہے ہمارا، اس کے ہیں سب ہم، صلی اللہ علیہ وسلم
وقت پہ دے گا تشنہ لبوں کو ساغرِ کوثر بھی وہی ساقی
جس نے پلایا ہے انھیں زم زم، صلی اللہ علیہ وسلم
عرش بریں سے فرش زمیں تک، فرش زمیں سے عرش بریں تک
غلغلہ برپا ہے یہی پیہم صلی اللہ علیہ وسلم ۹۸

حبسیات میں اس پر کوئی تاریخ درج نہیں جب کہ خیالستان میں اس پر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کی تاریخ بھی درج ہے۔ حبسیات میں شمول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعت ۱۹۲۶ء سے پہلے کہی جا چکی تھی، خیالستان میں اس نعت کے اشعار میں اضافہ اور اس پر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کی تاریخ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ۱۹۲۹ء میں نعت پر نظر ثانی کی گئی ہے اور اس اعتبار سے خیالستان کا سنہ اشاعت ۱۹۲۹ء کے بعد قرار پاتا ہے۔ مارچ ۲۰۱۳ء میں مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ کی جانب سے اس کتاب کی نئی اشاعت سامنے آئی جس میں خالد محمود صاحب، مجیب الرحمن شامی صاحب اور راجہ اسد علی خان کے ابتدائی بھی شامل ہیں۔

۷۔ گنج شائگان

یہ دراصل چالیس احادیث نبوی کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ احادیث وہی ہیں جو مولانا عبدالرحمن جامی کی اربعین میں شامل ہیں۔ مولانا ظفر علی خان نے ہر حدیث کا ترجمہ ایک شعر میں کیا ہے اور ان تراجم کا نام گنج شائگان رکھا ہے۔ یہ ترجمہ دراصل روزنامہ زمیندار کے ۱۰ ستمبر ۱۹۲۷ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا جسے مولانا کے عقیدت مند ڈاکٹر صادق حسین طور صاحب (مرحوم) نے سولہ صفحات کے ایک کتابچے کی صورت میں نوائے وقت پرنٹرز لمیٹڈ کو نئز روڈ لاہور سے چھپوا کر طور منزل، خواجہ دل محمد روڈ، لاہور سے شائع کر دیا۔ ڈاکٹر صادق صاحب کی صفحہ ۲ پر درج مختصر تمہید پر ۲۴ نومبر ۱۹۶۶ء کی تاریخ درج ہے۔ راقم، ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ان کے دولت کدے طور منزل دل محمد روڈ لاہور پر حاضر ہوا اور ان کے پاس موجود زمیندار کے پرانے شماروں کا ریکارڈ دیکھا، جس میں سے تراشے کاٹ کاٹ کر وہ الگ شائع کیا کرتے تھے۔ راقم کو یہ کتابچہ مولانا محمد سعید الرحمن علوی صاحب (م: ۱۹۹۳) سے ملا تھا جنہوں نے اسے بہام و کمال اپنے زیر ادارت ہفت روزہ خدام المدین لاہور کی ایک اشاعت میں شائع کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صادق حسین صاحب کی اس اشاعت کے بعد لاہور سے اربعین جامی کا چالیس صفحات پر مشتمل ایک خوب صورت ایڈیشن شائع ہوا تو اس میں احادیث کے عربی متن کے ساتھ مولانا جامی کا منظوم فارسی ترجمہ اور مولانا ظفر علی خان کا محولہ بالا منظوم اردو ترجمہ بھی شائع کیے گئے۔ علاوہ برین متن احادیث کی رومن حروف میں نقل حرفی اور انگریزی ترجمے کی اشاعت کا اہتمام بھی کیا گیا۔ انگریزی ترجمہ اطہر حسین کا اور نقل حرفی و تخریج احادیث جسٹس منیر احمد مغل کی تھی۔ ڈاکٹر صادق حسین طور صاحب کے شائع کردہ کتابچے کا دوسرا ایڈیشن ایک مدت کے بعد مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ کی جانب سے شائع کیا گیا۔ متن سراسر ڈاکٹر صادق حسین صاحب والی اشاعت سے منقول ہے البتہ اس اشاعت کے آخر میں مولانا کی تین نعتیں ایزاد کر دی گئی ہیں اور کتابچے کا سائز ۱۶/۲۰ × ۳۶/۲۳ کر دیا گیا ہے۔ اس اشاعت کے صفحات کی تعداد ۳۲ ہے۔

زبان: پنجابی

جہاں تک اس کتابچے کے نام کا تعلق ہے تو مولانا اس سے پہلے بھی یہ نام ایک کتابچے کے لیے اختیار کر چکے تھے۔ اس کتابچے کا موضوع ہمارے پیش نظر کتابچے سے فروتر تھا۔ آغاز کتاب کی توقیت اور مولانا کی طویل نظم ”شور محشر“ کے حوالے سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مولانا اپنے کیریر کے ابتدائی زمانے میں دربار حیدرآباد سے وابستہ رہے تھے۔ اس زمانے میں انہوں نے نظام کی ساگرہ کی ایک تقریب کی روداد کو اس نام سے مزین کیا تھا۔ یہ تقریب ۲۹/رجب ۱۳۳۶ھ کو حیدرآباد کے فتح میدان میں مہاراجہ سرکشن پرشاد کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی جس کی روداد مولانا ظفر علی خان نے گنج شائگان نامی کتابچے کی صورت میں شائع کی۔ اس تقریب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں نظام دکن سے متعلق علامہ اقبال کی ایک نظم بھی پڑھی گئی جو اس

کتابچے میں شامل ہے^{۱۰۱}۔
نظم ملاحظہ ہو:

اے مقامت برتر از چرخ بریں
از تو باقی سطوت دین میں
جلوہ صدیق از سیمائی تو
حافظِ ما تیغ جوشن خانی تو
از تو مارا صبح خنداں شام ہند
آستانت مرکزِ اسلام ہند
دوشِ ملت زندہ از امروزِ تو
تابِ این برقی کہن از سوزِ تو
بندگانتیم ما تو خواجہِ ای
از پی فردای ما دیباچہِ ای
گوہرم راشو خیش بے باک کرد
تا گریبان صدف را چاک کرد
پیش سلطان این گہر آورده ام
قطرہ خون جگر آورده ام

اس نظم کے ساتھ مولانا ظفر علی خان نے جو نوٹ لکھا ہے اس کا مطالعہ بھی دل چسپی سے خالی نہ ہو گا مولانا لکھتے ہیں:

پنجاب کے نازک خیال شاعر ڈاکٹر اقبال کو جو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی طرح اعلیٰ حضرت شہر یار دکن کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ایک خاص عقیدت رکھتے ہیں حال میں اپنی جدید تصنیف مثنوی رموز بے خودی کا ایک نسخہ بیہنگہ خسروی میں گزارنے کا شرف حاصل ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک نظم بھی بطور ہدیہ محقر انھوں نے لاہور سے بھیجی تھی جسے فخر قبولیت حاصل ہوا اور اس عزت افزائی کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ حضرت بندگانِ عالی کی علم نوازی کا یہ ایک تازہ ثبوت ہے کہ حضرت اقدس نے جلسہ کے مہتممین کو اجازت مرحمت فرمائی کہ ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم ان کی طرف سے جلسہ میں پڑھ دی جائے چنانچہ اس دلپذیر فرض کی انجام دہی مسٹر اختر علی خان کے حصہ آئی۔ وہ نظم دل فروزیہ ہے^{۱۰۲}۔

۸۔ ہم اور ہمارے رسول ﷺ

مرتب عبداللہ فاروقی ایڈیٹر خاتون مشرق دلی کے مطابق یہ کتاب مولانا ظفر علی خان کے کلام میں شامل حمد و ثنا، نعت رسولؐ، شہدائے کربلا اور جہاد فلسطین سے متعلق ولولہ انگیز نظموں کا مجموعہ ہے جسے دفتر خاتون مشرق اردو بازار دہلی نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ کتاب کے آغاز میں ان لوگوں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جنہوں نے اس کتاب کی طباعت سے پہلے اس کی قیمت یا عطیات مرتب کو دیے اور اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کے بعد مولانا کا سیاسی کلام بھی مرتب کیا جا رہا ہے ترتیب مکمل ہونے پر ممکن ہے اخبارات میں اس کا اعلان کیا جائے۔ اپنے مختصر تعارف میں مرتب نے لکھا ہے کہ:

مولانا کے (کذا، کا) سیاسی تاریخی اور تحریک آزادی سے متعلق کلام بے مثال ہے اور ایسا جوش آفریں کلام متحدہ ہندوستان میں کوئی شاعر گزشتہ ایک سو سال میں بھی پیش کر سکا اور نہ آئندہ کر سکتا ہے۔^{۱۰۳}

انتخاب ہونے کے باعث ظاہر ہے کہ اس مجموعے میں کوئی نئی نظم نہیں ہے مولانا کے مطبوعہ مجموعوں ہی میں سے متفرق نظمیوں مختلف عنوانات کے تحت یکجا کر دی گئی ہیں۔ عنوانات درج ذیل ہیں:

”حمد و ثنا“، ”نعتیں“، ”احادیث نبوی“، ”ہلال عید“، ”واقعات کربلا“، ”مجاہد فلسطین“، ”متفرق“۔ کتاب کی ضخامت

۲۰۸ صفحات ہے۔

۹۔ نشید شیراز (فارسی کلام) مرتبہ جعفر بلوچ

فارسی سے شغف اور محبت کے مظاہر مولانا ظفر علی خان کے مجموعوں میں عام ہیں۔ فارسی کے بارے میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار اس زبان سے ان کی کیسی محبت اور زبان کے چلن سے عمومی محرومی پر ان کی کیسی درد مندی کا پتہ دیتے ہیں:

لچہ ہوا درشت زباں ہو گئی کرخت
لطفِ کلام و سستی گفتگو گئی
معنی کو ہے گلہ کہ ہوا بے نقاب میں
شکوہ ہے لفظ کو کہ مری آبرو گئی
افسوس ملک میں نہ رہی فارسی کی قدر
مستی اڑی شراب سے، پھولوں سے بو گئی^{۱۰۴}

پروفیسر جعفر بلوچ مرحوم مولانا ظفر علی خان کے سچے عشاق میں سے تھے۔ انہوں نے کمال محبت و محنت سے مولانا ظفر علی خان کے تمام مجموعوں میں در آنے والے فارسی اشعار و منظومات کو یکجا کر کے نشید شیراز کے نام سے شائع کیا۔

بنیاد، جلد ۱۴، ۲۰۲۳ء

میرا احساس ہے کہ اگر مولانا ایسا کوئی مجموعہ مرتب کرتے تو وہ بھی اس کے لیے یہی نام تجویز کرتے۔ اگرچہ فاضل مرتب نے مولانا ظفر علی خان کے فارسی کلام کا بڑی حد تک احصا کر لیا ہے لیکن بعض چیزیں اس میں شمول سے رہ بھی گئی ہیں مثال کے طور پر مولانا کی نظم ”مینار قادیان“:

شایگان گنجی کہ عمر رائگاں را حاصل است
قطرہ خون امید استی کہ بگاہش دل است
دیدہ مینارہ برسر زمین قادیان
آنکہ بنیادش زخشتِ اولین بابل است
باش تابنی کہ خاکش در جہان برباد رفت
قادیان دنیائے سفلی ہست و خاکش ساقل است^{۱۰۵}

اسی طرح نظم ”بیکل قادیان“ کے یہ مصاریع:

خواجہ دہلی کو جا کر کوئی دے میرا پیام
در مقامات طریقت ہر کجا کرد یم سیر
عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود^{۱۰۶}

نشدید نشیراز کے صفحہ ۳۵ پر نظم ”ماہ پرویں“ درج کی گئی ہے، جعفر بلوچ صاحب نے یہ نظم بہارستان سے لی جہاں اس کا عنوان ماہ پرویں ہے^{۱۰۷} لیکن ان کی نظر سے یہ بات چوک گئی کہ اسی نظم کا جو متن ار مغان قادیان میں شامل ہے نہ صرف اس کا عنوان ”خاتم النبیین“ ہے بلکہ اس میں ایک شعر کا اضافہ بھی ہے۔ یہ شعر جعفر بلوچ صاحب کے منقولہ متن میں درج ہونے سے رہ گیا ہے

مذہب قادیان بکیش حجاز
در خور صد ہزار نفرین است^{۱۰۸}

اسی طرح تبرکات میں شامل یہ فارسی شعر بھی نشدید نشیراز میں موجود نہیں ہے۔

نہ می آئی برون خانہ پایت را چرا بستی
مگر شاید بہ ہمرنگِ زنان گشتی حنا بستی^{۱۰۹}

بعض جزوی تسامحات سے قطع نظر یہ کتاب مرحوم مرتب کی خوش ذوقی اور فارسی زبان و ادب اور مولانا ظفر علی خان

سے محبت کا ایک نقش جمیل ہے۔ تعداد صفحات ۱۱۲ ہے اور آغاز میں مرتب کی تمہید کے بعد نشید ششیراز چند تاثرات کے زیر عنوان ڈاکٹر تحسین فراتی کا ابتدائی اور ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ اکرام اور ڈاکٹر آفتاب اصغر مرحوم کے فارسی دیباچے ہیں۔

۱۰۔ انتخاب کلام ظفر علی خان مرتبہ زاہد علی خان

مولانا ظفر علی خان کے کلام کے بارے میں ہنگامیت اور وقتی سیاسی موضوعات پر مبنی ہونے کے حوالے سے اتنا کچھ کہا گیا ہے کہ یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ مولانا کے کلام میں باقی رہنے والے عناصر مفقود ہیں۔ ایسے میں اس ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا کے کلام میں سے مستقل نوعیت کی منظومات الگ کر کے ان کا مجموعہ شائع کیا جائے۔ زاہد علی خان نے ایم اے کے زمانہ طالب علمی میں مولانا کی سیاسی شاعری کو موضوع سخن بنایا تھا مولانا ظفر علی خان کا کلام ایک بحرِ ذرا ہے، اس میں سے سو، سوا سو صفحات کا انتخاب آسان کام نہیں (اس انتخاب کی ضخامت ۱۳۵ صفحات)۔ زاہد علی خان کے اس انتخاب میں عمومیت کے ساتھ مولانا کی کچھ حمدیں اور نعتیں اور سیاسی و غیر سیاسی موضوعات پر نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ کتاب میں فہرست موجود نہیں۔ پیش لفظ میں مرتب نے لکھا ہے کہ:

حضرت مولانا ظفر علی خان کی شان دار شخصیت اور ان کی جان دار شاعری ایک تاج محل کی مانند زندہ جاوید ہے۔ انھوں نے اردو شاعری میں ایک منفرد طرز کی بنیاد ڈالی اور نہ صرف شعری موضوعات بلکہ نظموں کے ڈھانچے بھی تبدیل کر دیے۔ اردو ادب کا کوئی دیانت دار مورخ مولانا کے مقام سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ غم جاناں کو خیر باد کہہ کر غم دوراں کا فکر پہلے پہل مولانا ہی نے کیا۔ وہ بت کدے کی چوکھٹ اور میکدے کی تلچھٹ دونوں سے نا آشنا تھے۔ روس اور امریکہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے بغیر سب سے پہلے انھوں نے ہی غریب عوام کی بات کی۔ ان کا کلام اردو شاعری کا ایک اہم موڑ ہے۔^{۱۱}

زاہد علی خان کا مرتبہ یہ مجموعہ نسل نو کو مولانا کی قدرت کلام اور ان کے موضوعات سے متعارف کروانے کے سلسلے میں ایک اچھی کوشش ہے۔ مولانا کے کلام میں حمد و نعت کے علاوہ بھی زندہ رہنے والے عناصر کی کمی نہیں ایسے عناصر پر مبنی کلام کے انتخاب کی ضرورت ہنوز باقی ہے۔

۱۱۔ چراغ حرم (انتخاب)

اس مجموعے کو بھی ایک انتخاب کہا جاسکتا ہے جس میں مولانا کے مختلف مجموعوں سے کچھ نظمیں لے کر من چاہی ترتیب بلکہ بے ترتیبی سے یکجا کر دی گئی ہیں۔ آغاز میں چار صفحے کا دیباچہ ہے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ”اسلام اور مسلمان“، دوسرا حصہ ”متصفوین“ اور تیسرا حصہ ”منکرین ختم نبوت کی خرافات“ کے ناموں سے منسوب ہیں۔ ۷ جون ۱۹۹۲ء کے

مرقومہ دیباچے میں مختار مسعود کی آواز دوست کا طویل اقتباس نقل کیا گیا ہے اور آخر میں مرتب ابن اسمعیل نے لکھا ہے:
کامل الفن ظفر علی خان کی کچھ نظمیں میں نے اس کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ نظموں کے انتخاب میں کافی محنت
صرف کی گئی ہے۔ امید ہے کہ نظموں کا مختصر انتخاب عاشق رسول صاحب جنون ظفر علی خان کا بہتر تعارف
ثابت ہو گا۔

ابن اسمعیل کے مرتبہ اس انتخاب کی ضخامت ۱۱۶ صفحات ہے اور یہ کتاب گلشن پبلشرز گاکدل سری نگر کشمیر سے
جنوری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔

۱۲۔ دیوان ظفر علی خان مرتبہ تنویر احمد

یہ کتاب دراصل چمنستان کی اشاعت اول مطبوعہ پبلشرز یونائیٹڈ کا عکس ہے۔ کتاب کا نام تبدیل کر دیا گیا ہے
اور بہ طور مرتب اس پر تنویر احمد کا نام درج کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کسی پرانی کتاب کی محض عکس برداری کو ترتیب کیوں کر قرار
دیا گیا اور کتاب کا جو نام مصنف / شاعر نے خود تجویز کیا تھا کس اختیار کے تحت تبدیل کیا گیا۔ جب کہ چمنستان ایک مجموعہ کلام
ہے جو دیوان کی معروف تعریف پر پورا نہیں اترتا اس لیے اسے منشاء شاعر کے خلاف دیوان کہنا جہاں اخلاقی اعتبار سے محل نظر
ہے وہاں ادبی نقطہ نظر سے نادرست بھی ہے۔ عکسی اشاعت کے ساتھ کوئی تحریر یا تعارف بھی درج نہیں ضخامت ۲۲۸ صفحات۔
کتاب علی تجویری پبلشرز لاہور سے شائع ہوئی ہے اور سنہ اشاعت درج نہیں۔

۱۳۔ کلیات مولانا ظفر علی خان (بہارستان، نگارستان، چمنستان، حبسیات، ارمغان قادیان) ترتیب: زاہد علی خان

مولانا ظفر علی خان کی جملہ شعری کتابیں بہ استثنائے چند ایک طویل زمانے کے بعد الفیصل ناشران لاہور کی جانب سے
شائع ہوئیں۔ ان کتابوں کے کچھ نسخے تو ایسے ہیں جن پر بہ طور پبلشر الفیصل ناشران کا نام درج ہے لیکن اسی طباعت کے کچھ نسخے
ایسے بھی ہیں جن پر ناشر کی جگہ مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ کا نام درج ہے غالباً الفیصل کے ساتھ ٹرسٹ کے کسی معاہدے کے
نتیجے میں ہوا ہو گا۔ جہاں تک کتابوں کے صفحات اور لے آؤٹ کا تعلق ہے تو اس میں سرمو فرق نہیں ہے۔ شعری کتب کی یہی
اشاعتیں بعد ازاں کلیات مولانا ظفر علی خان کے نام سے یکجا کر دی گئی ہیں۔ تمام کتب کی محض یکجا تجلید کو کلیات
تصور کر لیا گیا ہے۔ کلیات کے لیے کوئی دیباچہ، پیش لفظ وغیرہ نہیں۔ ہر کتاب کے صفحات کا الگ الگ نمبر ہے جس کے باعث کلیات
کا حوالہ دینے یا اس میں کسی نظم کی نشان دہی کرنے میں بہت دقت پیش آتی ہے۔ کمپوزنگ کی اغلاط و تسامحات کا کوئی شمار نہیں۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی مطبوعہ کتب کی دوسری اشاعتیں (ناشر مکتبہ کارواں لاہور) کمپوزر کو دے دی گئیں اور ان کی پردف خوانی
کیے بغیر انھیں الٹ ٹپ طریقے سے چھاپ دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس کلیات میں شامل مولانا کے شعری مجموعوں کا متن
منشاء شاعر کے مطابق نہیں ہے۔ قارئین گزشتہ صفحات میں فراہم کی گئی تفصیل سے یہ جان چکے ہیں کہ مولانا کے شعری
مجموعوں کی دوسری اشاعتوں کا متن مولانا کی اپنی مرتبہ اشاعتوں کے مطابق نہیں ہے۔ ان میں ناشرین نے حسب دلخواہ تراجم کی
ہیں، کمی بیشی سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ عنوانات تک تبدیل کر دیے گئے ہیں اور بعض نظموں کو خارج بھی کر دیا گیا ہے۔ اس

کلیات کی بنیاد اٹھی محرف اشاعتوں پر ہے اور اس میں مولانا کے درج ذیل شعری مجموعے شامل ہیں:

بہارستان ۵۹۶ صفحات، نگارستان ۲۰۸ صفحات، چمنستان ۱۹۵ صفحات، حبسیات ۱۳۵ صفحات، ارمغان قادیان ۸۱ صفحات۔ ان تمام کتب کے الگ الگ صفحات ملا کر کلیات کی ضخامت ۱۲۲۵ صفحات ہو جاتی ہے۔ کلیات اور الگ الگ کتابوں پر بہ طور مرتب زاہد علی خان صاحب کا نام درج ہے لیکن اس ایک اندراج کے سوا ان تمام مطبوعات پر ترتیب دیے جانے کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا حتیٰ کہ کتاب میں کلیات کا مسلسل صفحہ نمبر تک درج نہیں ہے۔ چوں کہ مولانا کے مجموعوں کی سہل الحصول یہی صورت موجود ہے اس لیے عمومی طور پر اسی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ سطور بالا سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ مولانا ظفر علی خان کا کلام مختلف جہات میں پھیلا ہوا ہے اور ان کے کل کلام کی جمع آوری اور تدوین ایک بڑے منصوبے کی متقاضی ہے۔ جب تک ایسا کرنا دشوار ہو اس وقت تک ان کے تمام مجموعوں کو ان کی اڈیلین اشاعتوں کے مطابق مدون کر کے شائع کر دینا چاہیے تاکہ کم از کم ان کے شعری مجموعے تو منشائے شاعر کے مطابق ہو جائیں۔

۱۔ باب نامی قصہ	۲۱۔ ن بردار	۶۶۔ شہدائے سہولوں کا ہونے کا
۲۔ ششتر تزلزلوں کا نمبر	۲۲۔ لاکھوں تک	۶۷۔ سلیم کا منگول
۳۔ دن لفظ اور پریم	۲۳۔ در لکھا غوی	۶۸۔ بندہ بھوکے کت بس
۴۔ رماؤں کا آیتین	۲۴۔ بر جوایت	۶۹۔ بون کی صفت
۵۔ سلیم	۲۵۔ زندہ نہ بنیگی کائنات	۷۰۔ سلیم کا شعر کا ردا
۶۔ مراد کو دعوت	۲۶۔ زندہ نہ رہے خود کو برکات	۷۱۔ خوار و خندان صدف
۷۔ رشتہ نسلی	۲۷۔ ناکھال اور سرستان	۷۲۔ سلیم کا لہجہ اور سہولوں کی بھون
۸۔ شہرہ زریب	۲۸۔ سلیم نول کا چوٹ	۷۳۔ سلیم کی روانی اور نول کا لفظ
۹۔ حدیث آرزو مندوں	۲۹۔ لہجہ سلیم	۷۴۔ حدیث آرزو مندوں
۱۰۔ ہادی کا مادی	۳۰۔ مراد کا سہار	۷۵۔ لہجہ و شہدائے سہولوں
۱۱۔ بوس کی عادت	۳۱۔ زندہ نہ بنیگی کائنات	۷۶۔ شہدائے سہولوں کی
۱۲۔ سہا سہا سہا	۳۲۔ سہار کا لہجہ اور سہولوں کی بھون	۷۷۔ شہدائے سہولوں کی
۱۳۔ وہ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۳۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۷۸۔ مسدود اور سہولوں
۱۴۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۴۔ رشتہ	۷۹۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۱۵۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۵۔ رشتہ	۸۰۔ مسدود اور سہولوں
۱۶۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۶۔ رشتہ	۸۱۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۱۷۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۷۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۲۔ مسدود اور سہولوں
۱۸۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۸۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۳۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۱۹۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۳۹۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۴۔ مسدود اور سہولوں
۲۰۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۰۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۵۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۲۱۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۱۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۶۔ مسدود اور سہولوں
۲۲۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۲۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۷۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۲۳۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۳۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۸۔ مسدود اور سہولوں
۲۴۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۴۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۸۹۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۲۵۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۵۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۰۔ مسدود اور سہولوں
۲۶۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۶۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۱۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۲۷۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۷۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۲۔ مسدود اور سہولوں
۲۸۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۸۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۳۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۲۹۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۴۹۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۴۔ مسدود اور سہولوں
۳۰۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۵۰۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۵۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۳۱۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۵۱۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۶۔ مسدود اور سہولوں
۳۲۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۵۲۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۷۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۳۳۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۵۳۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۸۔ مسدود اور سہولوں
۳۴۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۵۴۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۹۹۔ زندہ نہ بنیگی کائنات
۳۵۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۵۵۔ لہجہ اور سہولوں کی بھون	۱۰۰۔ مسدود اور سہولوں

حواشی و حوالہ جات

- * (پ: ۱۹۶۶ء)، پروفیسر ادارہ زبان و ادبیات اردو و ڈائریکٹر ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
- ۱۔ ظفر علی خان، بہارستان (لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب، ۱۹۳۷ء)، ۱۱۔
 - ۲۔ نگارستان نظم: ”سرکار دو عالم کا دربار“ (لاہور: پبلشرز یونیٹ، ۱۹۳۳ء)، ۱۸۷۔
 - ۳۔ الطاف حسین حالی، یادگار غالب (دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ اشاعت اول، ۱۸۹۷ء کی عکسی اشاعت ۱۹۸۶ء)، ۵۔
 - ۴۔ ایضاً: ۵۔
 - ۵۔ ظفر علی خان، بہارستان (لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب، ۱۹۳۷ء)، ۱۰-۱۱۔
 - ۶۔ ظفر علی خان، ادیب و شاعر (لاہور: خیابان ادب، ۱۹۶۷ء)، ۳۳۵-۳۳۲۔
 - ۷۔ ماہنامہ مخزن (دہلی: مخزن پریس جنوری، ۱۹۰۹ء)، ۷۰۳-۷۰۶۔
 - ۸۔ لطائف الادب (لاہور: منصور اسٹیم پریس، ۱۹۲۵ء)۔
 - ۹۔ غلبہ روم (لاہور: انجمن حمایت اسلام ۱۹۲۶ء حالیہ اشاعت مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ سے ۲۰۲۱ء میں سامنے آئی ہے)
 - ۱۰۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع اول (لاہور: منصور اسٹیم پریس، ۱۹۲۶ء)۔
 - ۱۱۔ شورش کاشمیری، قید فرنگ (لاہور: مطبوعات چٹان، فروری، ۱۹۸۰ء)، ۷۹-۸۲۔
 - ۱۲۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع اول (لاہور: منصور اسٹیم پریس، ۱۹۲۶ء)، ۲۹۔
 - ۱۳۔ میرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب (لاہور: مجلس یادگار غالب ۱۹۶۹)، ۹۳۔
 - ۱۴۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع سوم (لاہور: مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ، ۲۰۰۷ء)، ۱۲۹۔
 - ۱۵۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع اول (لاہور: منصور اسٹیم پریس، ۱۹۲۶ء)، ۱۰۷۔
 - ۱۶۔ ایضاً: ۱۶۔
 - ۱۷۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع دوم (لاہور: مکتبہ کارواں، سن)، ۷۱۔
 - ۱۸۔ ایضاً: ۱۸۔
 - ۱۹۔ ایضاً: ۲۱۔
 - ۲۰۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع اول، ۲۱۔
 - ۲۱۔ ایضاً: ۲۱-۲۲۔
 - ۲۲۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع دوم، ۲۳۔
 - ۲۳۔ ایضاً: ۲۳۔
 - ۲۴۔ ایضاً: ۲۶۔
 - ۲۵۔ ایضاً: ۲۶۔
 - ۲۶۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع اول، ۳۱۔
 - ۲۷۔ ایضاً: ۳۵۔
 - ۲۸۔ ایضاً: ۳۷۔
 - ۲۹۔ ایضاً: ۹۵۔
 - ۳۰۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع دوم، ۱۳۹ اور ۱۰۷۔
 - ۳۱۔ ظفر علی خان، حبسیات، طبع سوم، ۱۳۳ اور ۵۲۔

۳۲۔ ظفر علی خان، حبسیات (نظم) ”مرقع“ صفحہ ۳۹ پر موجود ہے جب کہ نظم ”ترک اور یورپ“ صفحہ ۱۴۳ پر۔

۳۳۔ میرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۱۷۸ء۔

شعر کا درست متن درج ذیل ہے

ہوئی جن سے توقع خشگی کی داوپانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ نختہ تیغ ستم نکلے

۳۴۔ مولانا جامی، بہارستان انگریزی مترجم: ایرانی خودارام (بی۔ اے۔)، (بہمنی: ہوم سوراب اینڈ کمپنی، چنن وادی، ۱۹۱۳ء)۔

۳۵۔ ٹینیسن کی نظم کا یہ ترجمہ شیخ عبد القادر مرحوم کے مشہور ادبی رسالے مخزن، میں شائع ہوا جہاں سے لے کر اسے دو آئینہ میں شامل کی گیا۔

۳۶۔ دو آئینہ، غلام محی الدین خلوت کا شعری انتخاب جس میں بہترین انگریزی نظموں کے منظوم اردو تراجم شائع کیے گئے۔ پہلی بار ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ زمانہ حال

میں ان کے فرزند لیفٹیننٹ کرنل (ر) منظور احسن نے اضافوں کے ساتھ ۱۹۹۶ء میں اردو اکیڈمی پاکستان سے شائع کیا۔

۳۷۔ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی ”نختہ“ در بہارستان از ظفر علی خان (لاہور: مکتبہ کارواں)، ۵۷۷ء۔

۳۸۔ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی ”سر آغاز“ در بہارستان، ۵۷۷ء۔

۳۹۔ نظیر لدھیانوی، ترجمان اقبال (لاہور: مکتبہ کارواں)، ۵۶ء۔

۴۰۔ القرآن الکریم، سورۃ ص، آیت ۵۸۔

ترجمہ: اور اسی قبیل کی دوسری اور چیزیں بھی ہوں گی۔

۴۱۔ عبدالرحمن المصطاوی دیوان امرئ القیس (بیروت: دار المعرفۃ، ۲۰۰۳ء)، ۹۷۔

۴۲۔ ظفر علی خان، نظم: ”طلبہ سے خطاب“، مشمولہ ارمان قادیان طبع اول (لاہور: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۱۷ء)، ۷۶۔

۴۳۔ زاہد منیر عامر، مکاتیب ظفر علی خان (لاہور: سنی پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء)، ۳۴۳۔

(اس دورے کے نتائج تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے راقم نے اپنی کتاب مکاتیب ظفر علی خان میں لکھا تھا کہ یہ نسخہ نیشنل میوزیم کراچی کے نوادرات میں محفوظ ہے اور یہ نسخہ خود مولانا ظفر علی خان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس مسودہ کے آغاز میں مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے ابتدائیہ کے طور پر اپنے دست و قلم سے چند سطریں لکھ رکھی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ یہ مسودہ مولوی خلیل الرحمن کے پاس محفوظ تھا جنہوں نے اسے مولانا مہر کو دکھایا جس پر مہر صاحب نے اسے دیگر قومی دستاویزات کے ساتھ میوزیم وغیرہ میں محفوظ کر دینے کا مشورہ دیا جس کے مطابق اسے نیشنل میوزیم کراچی کے نوادرات میں شامل کر لیا گیا اور اب وہاں پر اس کا کیٹلاگ نمبر اردو ۱۹۵۸-۱م-۱۱۶۵ ہے)۔

۴۴۔ ظفر علی خان، نگارستان (لاہور: پبلشرز یونیٹ، س-ن-۱)۔

۴۵۔ ظفر اقبال، فہرست مخطوطات قومی عجائب گھر پاکستان (کراچی: ادارہ کتابیات پاکستان، جامعہ کراچی ۱۹۹۱ء)، ۲۵۸-۲۶۰۔

راقم کی دریافت کے پانچ چھ برس کے بعد نیشنل میوزیم کراچی کے مخطوطات کی فہرست شائع ہوئی تو اس فہرست میں ان مسودات کا ذکر آیا۔

۴۶۔ ظفر علی خان، نگارستان (لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۳ء)۔

۴۷۔ ایاز فتح پوری، نگارستان (لکھنؤ: صدیق بک ڈپو، اٹن آباد پارک، ۱۹۳۰ء)۔

۴۸۔ سر آغاز از اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، بہارستان، طبع دوم (لاہور: مکتبہ کارواں)، ۳۔

”مقام مسرت ہے کہ مکتبہ کارواں، لاہور کے ادب پرورد اور فاضل مالک چودھری عبدالحمید ایم اے نے مولانا کے شعری

اٹکار کو بہارستان، نگارستان، چمنستان، حبسیات اور ارمان قادیان کی شکل میں از سر نو شائع کرنے کا

بیڑا اٹھایا اور اس بے بہا ادبی سرمائے کی ترتیب کی خدمت میرے سپرد کی“

۴۹۔ ظفر علی خان، بہارستان، ۳۔

۵۰۔ ظفر علی خان، چمنستان (لاہور: پبلشرز یونیٹ، ۱۹۴۳ء)، ۲۰۴۔

- ۵۱۔ ایضاً، ۱۷۶۔
- ۵۲۔ بچی زائن شتیق، چمنستان شعرا یعنی اردو شعرا کا تذکرہ، عبدالحق (مرتب:)، (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۸ء)۔
- ۵۳۔ ظفر علی خاں، چمنستان، طبع اول (لاہور: پبلشرز زیونائٹینڈ، ۱۹۳۳ء)، ۱۷۲۔
- ۵۴۔ ظفر علی خاں، چمنستان، طبع دوم، ۱۶۹۔
- ۵۵۔ ظفر علی خاں، چمنستان، طبع اول، ۲۶۶۔
- ۵۶۔ ظفر علی خاں، چمنستان، طبع دوم، ۱۷۲۔
- ۵۷۔ ظفر علی خاں، چمنستان، طبع اول، ۲۶۷۔
- ۵۸۔ ظفر علی خاں، چمنستان، طبع دوم، ۱۷۳۔
- ۵۹۔ نظم ”مقتناطیس و آہن در“، مشمولہ چمنستان طبع اول، ۸۲۔
- خدا کی حمد بیغیر کی مدح اسلام کے قصے مرے مضمون ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا۔
- ۶۰۔ سر مائیکل اوڈائر [Sir Michael O'Dwyer]، *India as I knew it 1885-1925* (لندن: کانسٹیبل اینڈ کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۲۶ء)، ۱۷۳۔
- Thus, up to the opening of the War, there were intrigues going on between Turkey and a small but bitter and unscrupulous Pan-Islamist section in Northern India. The leaders of this anti-British section in the Press were Zafar Ali Khan, of the Zamindar at Lahore, Muhamed Ali Khan of the Comrade and his brother, Shaukat Ali at Delhi; and they made no secret of their sympathy with Turkey, both before and after the outbreak of the War.
- ۶۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب (قادیان: مہتمم طبع و اشاعت بک ڈپو، س۔ن)، ۲۵۔
- ۶۲۔ شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت (لاہور: مطبوعات چٹان، ۱۹۸۰ء)، ۶۷۔
- ۶۳۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع نو، ۲۲، ۲۱۔
- ۶۴۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، ۱۶۔
- ۶۵۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع اول (لاہور: مسلم پرنٹنگ پریس، س۔ن) قبل از الف۔
- ۶۶۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع ثانی حاشیہ، ۱۸۔
- ۶۷۔ چراغ حسن حسرت، مردم دیدہ (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۳ء)، ۱۰۵-۱۲۶۔
- ۶۸۔ چراغ حسن حسرت (مقدمہ)، ارمغان قادیاں، طبع اول، ذ۔
- ۶۹۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں (لاہور: مکتبہ فروغ فکر فروزاں، ۲۰۱۰ء)، ۱۰۔
- ۷۰۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع دوم، ۲۵۔
- ۷۱۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع چہارم، ۳۶-۳۷۔
- ۷۲۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع دوم، ۷۲ (پچاس الماریوں کی توضیح کے لیے دیکھیے حوالہ نمبر ۶۰)۔
- ۷۳۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، ۲۴۔
- ۷۴۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، ۲۴۔
- ۷۵۔ ظفر علی خاں، ارمغان قادیاں، طبع دوم، ۲۹۔

بنیاد، جلد ۱۴، ۲۰۲۳ء

- ۷۶۔ ایضاً، طبع دوم، ۶۸۔ طبع سوم، ۷۵۔
- ۷۷۔ ظفر علی خان، ارمغان قادیان، طبع اول، ۶۶۔
- ۷۸۔ ظفر علی خان، ارمغان قادیان، طبع دوم، ۳۶۔
- ۷۹۔ ظفر علی خان، ارمغان قادیان، طبع سوم، ۵۱۔
- ۸۰۔ ظفر علی خان، ارمغان قادیان، طبع اول۔
- ۸۱۔ ظفر علی خان، نشید شہباز، جعفر بلوچ (مرتب)، (لاہور: الحسن اکیڈمی، ۱۹۹۷ء)، ۷۶۔
- ۸۲۔ ظفر علی خان، نظم: ”شرط آزادی کامل“، مشمولہ ارمغان قادیان، طبع اول، ۱۳۳۔
- ۸۳۔ ظفر علی خان حبسیات (لاہور: منصور اسٹیم پریس، ۱۹۲۶ء)، ۵۱۔
- ۸۴۔ سید معین الرحمن (مرتب)، مضمون ”سجاد حیدر مرحوم“، مشمولہ خیالستان (لاہور: الو قاری پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ۲۶۶۔
- ۸۵۔ ثریا حسین، ”بلدرم اور اردو افسانہ“ مشمولہ انتخاب سجاد حیدر بلدرم، قراۃ لعین حیدر (مرتب) (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۰ء)، ۱۱۔
- ۸۶۔ ایضاً، ۱۴۔
- ۸۷۔ بیگم صاحبہ مسز سید ہایوں میر زبیر سٹریٹ لائبریری (السنس) حیدرآباد دکن: عماد پریس جلد ۲ نمبر ۱۱۵۲ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ۲۔
- ۸۸۔ ظفر علی خان، خیالستان، ۳۰۔
- ۸۹۔ ایضاً، ۳۳۔
- ۹۰۔ ایضاً، ۳۳۔
- ۹۱۔ ایضاً، ۷۲۔
- ۹۲۔ ایضاً، ۷۲۔
- ۹۳۔ ظفر علی خان، خیالستان (لاہور: مکتبہ کارواں س۔ن) ۱۸، ۱۷۔
- ۹۴۔ ظفر علی خان، حبسیات (لاہور: منصور اسٹیم پریس ۱۹۲۶ء)، ۸۔
- ۹۵۔ ظفر علی خان، خیالستان (لاہور: مکتبہ کارواں س۔ن) ۱۸۔
- ۹۶۔ ظفر علی خان، حبسیات (لاہور: منصور اسٹیم پریس ۱۹۲۶ء)، ۸۔
- ۹۷۔ ایضاً، ۸۔
- ۹۸۔ ظفر علی خان، خیالستان (لاہور: مکتبہ کارواں س۔ن) ۱۹۔
- ۹۹۔ لاہور: ادارہ اقام الصلوٰۃ، س۔ن۔
- ۱۰۰۔ اربعین، گنج شائنگان چالیس احادیث مبارکہ (لاہور: مولانا ظفر علی خاں ٹرسٹ، ۲۰۱۶ء)۔
- ۱۰۱۔ ظفر علی خان (مرتب)، گنج شائنگان (حیدرآباد دکن: مطبع اختر دکن ۱۳۳۶ھ)، ۲۴۔
- ۱۰۲۔ ایضاً، ۲۴۔
- گنج شائنگان اس جلسہ کی روداد ہے جو اعلیٰ حضرت شہر یاردکن کی ساگرہ کی تقریب پر طبقہ خدام علم کی طرف سے
- ۲۹ رجب ۱۳۳۶ھ کو زیر صدارت مہاراجہ سرکشن پر شاد بہادر منعقد ہوا۔
- ۱۰۳۔ عبد اللہ فاروقی، ہم اور ہمارے رسول (دہلی: دفتر خاتون مشرق، ۱۹۷۸ء)، ۵۔

- ۱۰۴۔ ظفر علی خان، بہارستان (لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب ۱۹۳۷ء)، ۶۸۳۔
- ۱۰۵۔ ظفر علی خان، نظم ”مینار قادیان“، مشمولہ ارمغان قادیان، اشاعت اول (لاہور: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۱۷ء)، ۶۲، ۶۱۔
- ۱۰۶۔ ظفر علی خان، نظم ”ہیکل قادیان“، مشمولہ ارمغان قادیان، اشاعت اول (لاہور: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۱۷ء)، ۶۴۔
- ۱۰۷۔ ظفر علی خان، بہارستان (لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب، ۱۹۳۷ء)، ۷۹۔
- ۱۰۸۔ ظفر علی خان، ارمغان قادیان (لاہور: مکتبہ کارواں س۔ن)، ۳۰۔
- ۱۰۹۔ ظفر علی خان، بہارستان (لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن)، ۵۸۔
- ۱۱۰۔ زاہد علی خان، انتخاب کلام ظفر علی خان (لاہور: التفیصل ناشران، ۱۹۹۸ء)، ۵۔
- ۱۱۱۔ ابن السّعیل (مرب)، چراغ حرم (سری نگر: گلشن پبلشرز گاکدل، س۔ن)، ۸۔

Bibliography

- Aamir, Zahid Munir. *Makātīb Ḥafar ‘Ali Khān*. Lahore: Sunni Publications, 1986.
- Al-Mustavi, Abdur Rehman. *Dīvān-i Āmara ‘i Al-Qais*. Beirut: Dār-ul Ma‘rafah, 2004.
- Al-Rehman, Syed Moeen (Comp.). “Sajād Ḥaider Marḥūm”, in *Khayālistān*. Lahore: Al-Vaqār Publications, 2012.
- Farooqi, Abdullah. *Ham aur Hamārē Rasūl*. Delhi: Daftar Khātūn-i Mashriq, 1978.
- Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Dīvān-i Ghālib*. Lahore: Majlis-i Yādgār-i Ghālib, 1969.
- Hali. Altaf Hussain. *Yādgār-i Ghālib*. Delhi: Ghālib Institute, 1897.
- Hasrat, Chirag Hassan. *Mardum-i Dīdah*. Islamabad: National Book Foundation, 2003.
- Hussain, Surayya. “Yaldarum aur Urdū Āfsānah”. Comp. by Qurat-ul-Ain Haider, in *Intēkhāb Sajād ḥaider Yaldarum*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2010.
- Ismail, Ibn-i (Comp.). *Chirāgh-i Haram*. Srinagar: Gulshan Publishers Gākdil.
- Kashmiri, Agha Shorish. *Tehrik-i Khatam-i Nabūvat*. Lahore: Maṭbū‘āt-i Chatān. 1980.
- Khan, Zafar Ali (Comp.). *Ganj-i Sha‘gān*. Hyderabad Dakkan: Maṭba‘i Ākhtar Dakkan, 1336H.
- Khan, Zafar Ali. *Ādīb-o-Shā‘ir*. Lahore: Khīyābān-i Ādab, 1947.
- Khan, Zafar Ali. *Ārmaghan-i Qādiyān*. Lahore: Maktabah-I Firūgh-i Fikar-i Firuzān, 2010.
- Khan, Zafar Ali. *Bahāristān*. Lahore: Urdū Ākedmī Punjab, 1937.
- Khan, Zafar Ali. *Chamanistān*. Lahore: Publishers United, 1944.
- Khan, Zafar Ali. *Habsiyāt*. Lahore: Manṣūr Āstīm Press, 1925.
- Khan, Zafar Ali. *Khayālistān*. Lahore: Maktabah-i Kārvān.
- Khan, Zafar Ali. *Nashīd-o-Shirāz*. Comp. by Jaffar Baloch. Lahore: Al-ḥassan Ākedmī, 1997.
- Khan, Zafar Ali. *Nigāristān*. Lahore: Maktabah-i Kārvān. 1963.
- Khan, Zahid Ali. *Intēkhāb-i Kalām-i Ḥafar ‘Ali Khān*. Lahore: Al-Faiṣal Nāshirān, 1998.
- Laṭā‘f-i Al-Ādab*. Lahore: Manṣūr Āstīm Press, 1925.
- Māhnāmah Makhzan*. Delhi: Makhzan. Press, 1909.
- O’Dwyer, Sir Michael. *India as I knew it 1885-1925*. London: Constable & Company, 1926.
- Qadiani, Mirza Ghulam Ahmad. *Tarīyāq-i ul-Qalūb*. Qadian: Muhtimim ṭab‘a-o-Ishā‘t Book Depo.
- Shafiq, Laxmi Narayan. *Chamanistān-i Shu‘rā ya ‘ni Urdū Shu‘rā kā Taṣkarah*. Comp. by Abdul Haq. Aurangabad: Anjuman-i Taraqqi-i Urdū, 1928.